

فقیہ

ماہنامہ

سرگودھا

شمارہ 11

نومبر 2012ء

جلد نمبر 1

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حقانی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!



برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنونی لاہور ڈسٹرکٹ 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضانِ نظر
والتحجۃ منار فی اللہ حضرت اقدس مولانا
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے
سالانہ زر تعاون
-/240 روپے

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فہرست

ایمان و یقین کی محنت 3

اداریہ

الموافقة بین الحدیث والفقہ 5

علامہ خالد محمود

کرشمہ چشم سلطان شناس 11

فقیہ ابن فقیہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما 16

نماز اہل السنۃ والجماعت 20

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

ماہِ محرم؛ فضائل و مسائل 27

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ 38

مولانا محمد عبد اللہ معتمد حفظہ اللہ

فتاویٰ عالمگیری 42

مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ

مجلس الشیخ نبوت کے مقاصد 45

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد خفی حفظہ اللہ

پنجہ آفتاب کا سفر پنجاب 57

مولانا محمد عبد اللہ معتمد

لوح ایام 62

ایمان و یقین کی محنت

اداریہ

سالانہ تبلیغی اجتماع کی آمد آمد ہے، تیاریاں زوروں پر ہیں، اس اجتماع کا اہم مقصد مسلمانوں کو ایسی دعوت فکر دینا ہے جسے اپنالیا جائے تو یقیناً مسلمانوں کی اجتماعی و انفرادی زندگی میں انقلاب آجائے گا اور امت مسلمہ کو درپیش مسائل حل ہوتے چلے جائیں گے۔ علماء کے بیانات، انفرادی و اجتماعی اعمال کی مجالس، نالہ ہائے نیم شب کے ساتھ ساتھ امت مرحومہ کے زوال و انحطاط کے خاتمے اور اسلامی تہذیب و تمدن کے فروغ پر قیمتی نصائح زندگی میں انقلاب لانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمانوں کی پستی، دیگر اقوام عالم کے مقابلے میں اہل اسلام کی شکستگی، مرعوبیت اور احساس کمتری کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں گم گشتگانِ راہ کو کہیں اپنی منزل دکھائی دیتی ہے، تو وہ یہی ”ایمان و یقین کی محنت“ کا روشن مینارہ ہی ہے۔ آج کے اس دور میں بلاشبہ دین متین کے احیاء اور اسلامی معاشرے کو تشکیل کرنے کا یہی ایک پلیٹ فارم ہے جہاں احکام خداوندی پر طرزِ حبیب خداوندی کے مطابق عمل کرنے کی عالی فکر ہوتی ہے۔

اس اجتماع کے انعقاد کا مقصد عالم بھر کے انسانوں کی دونوں جہانوں میں کامیابی کی فکر کرنا ہے اور یہی فکر شرکاء میں منتقل کی جاتی ہے۔ اس میں شرکت نہایت سعادت کی بات ہے۔ کیونکہ جہاں عالم بھر کے انسانوں کی زندگیاں سنوارنے کی فکر ہوگی وہاں اس کے انوارات و برکات اور اس کے اثرات بھی اسی حساب سے مرتب

ہوں گے۔ اس لیے تمام قارئین و متوسلین مع احباب شرکت فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو بھرپور انداز میں کامیاب فرمائے، ہر قسم کے شر و فتن سے محفوظ رکھے اور اسے پاکستان بلکہ پورے عالم میں امن اور ہدایت کا سبب بنائے۔ آمین

﴿محرم الحرام میں امن و امان کیسے ممکن؟﴾

محرم الحرام میں ملکی و علاقائی امن و امان بحال رکھنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ مختلف مسالک کے اجتماعات کا انعقاد باہمی اشتعال بڑھا دیتا ہے، نتیجہ انفرادی اور بد امنی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس لیے امن و امان کے فروغ کے لیے سب سے بنیادی کام یہ کیا جائے کہ مذہبی اجتماعات اور جلسوں کو اپنی اپنی مساجد و مدارس اور مذہبی عباد گاہوں تک محدود رکھا جائے، یا اگر عوامی اجتماع منعقد ہوں تو خاص میدان میں اجازت ہو، کھلے عام سڑکوں پر آنے اور روڈ بلاک کرنے سے روکا جائے۔ ظاہر ہے کہ جب ایک فریق کھلے عام سڑکوں اور گلی کو چوں میں اپنے مخصوص افکار و نظریات کا اظہار کرے گا خصوصاً دوسرے فریق کی مسجد و مدرسہ کے سامنے تو یقیناً یہ امر باہمی منافرت اور فرقہ واریت کی بنیاد بنے گا۔ لہذا یہ سلسلہ یکسر ختم کیا جائے۔

ایک اقدام اس سلسلے میں اور بھی کیا جائے تو ضرورتاً نائج رس ثابت ہو گا کہ اونچی سطح کا ایک اجلاس بلایا جائے جس میں تمام مسالک کے جید علماء شریک ہوں۔ فرقہ واریت کو روکنے کے لیے تمام شرکاء کی باہمی مشاورت سے ایسا قانون بنایا جائے جس پر تمام مسالک عمل پیرا ہوں۔ اس سے باہمی نفرت کی سلگتی چنگاریاں مدھم پڑ جائیں گی۔

الموافقة بین الحدیث والفقه

علامہ خالد محمود

پی۔ ایچ۔ ڈی لندن

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد

امت محمدیہ کے علماء و دھووں میں منقسم ہوئے، کچھ محدثین اور کچھ فقہاء ہوئے۔ محدثین اپنے عقیدہ و عمل کی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچاتے ہیں اور جن امور میں انہیں کتاب و سنت سے دلیل نہ ملے ان میں وہ مجتہدین اہل فقہ کی پیروی کرتے ہیں اور جو اہل فقہ ہیں وہ ان مسائل میں جن میں کتاب و سنت کی بطریق عبارت راہنمائی نہ ملے وہ کتاب و سنت کی روشنی میں ان کا حل دریافت کرتے ہیں۔ مسائل غیر منصوصہ کا حکم استنباط و استخراج کی راہ سے معلوم کرنا ”اجتہاد“ کہلاتا ہے۔

محدثین اور فقہاء کی ان کاوشوں سے امت پر کوئی ایسا وقت نہ آیا کہ انہیں کسی پیش آمدہ مسئلہ میں روایت یا استنباط شریعت کی روشنی میں حل حاصل نہ ہو سکے، عبارتہ نہ سہی دلائل ان تمام مسائل غیر منصوصہ کا حکم دریافت ہوتا رہا اور لوگ فقہ کی روشنی میں آگے چلتے رہے۔

علامہ ابوسلیمان الخطابی (م 360ھ) لکھتے ہیں:

رَأَيْتُ أَهْلَ الْعِلْمِ فِي زَمَانِنَا قَدْ حَصَلُوا حِزْبَيْنِ وَانْقَسَبُوا فِرْقَتَيْنِ، أَصْحَابُ حَدِيثٍ

وَأَكْبَرُ أَهْلَ فِقْهِهِ وَنَظَرٍ كُلِّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا لَا تَتَّبِعُنِي عَنْ أُخْتَيْهَا فِي الْحَاجَةِ

معالم السنن ج 1 ص 3

ترجمہ: میں نے اپنے زمانہ کے اہل علم کو دو حصوں میں بٹایا ہے اور علماء دو گروہوں میں تقسیم ہیں، ایک اصحابِ حدیث اور دوسرے اہل فقہ۔

اس سے پتہ چلا کہ چوتھی صدی میں اہل حدیث علماء کا ایک طبقہ تھا۔ یہ کسی فقہی مسلک یا ان پڑھ نمازیوں کے کسی گروہ کا نام نہ تھا، نہ ان دنوں کسی جاہل میں ہمت تھی کہ اپنے آپ کو ”اہل حدیث“ کہے یا اپنے آپ کو محدثین میں شمار کرے۔

ان دو طبقوں میں زیادہ اونچے درجے کے لوگ کون تھے، ماہرینِ فقہ یا ماہرینِ فنِ رجال؟ اس کے لیے امام ابو زرہ الرازی رحمہ اللہ کی اس تصریح پر غور فرمائیں؛ حافظ ابن عساکر دمشقی اپنی تاریخ میں امام ابو زرہ کے ترجمہ میں ان سے نقل کرتے ہیں:

تَفَكَّرْتُ لَيْلَةً فِي رِجَالٍ فَأَرَيْتُ قِيَمًا يَرَى النَّائِمُ كَانَ رَجُلًا يُنَادِي: يَا أَبَا زُرْعَةَ! فَهُمْ مَتْنُ الْحَدِيثِ خَيْرٌ مِنَ التَّفَكُّرِ فِي الْمَوْتَى [تاریخ ابن عساکر]

ترجمہ: ایک رات میں راویانِ حدیث پر غور کر رہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا۔ ایک شخص آواز دے رہا ہے: اے ابو زرہ! حدیث کے متن کو سمجھنا (اس کی فقہ حاصل کرنا) راویانِ حدیث میں غور کرنے کی نسبت کہیں زیادہ افضل ہے۔

یعنی ضرورت دونوں کی ہے لیکن حدیث کی فقہ پر وقت لگانا اس کے ثبوت پر وقت لگانے کی نسبت کہیں زیادہ آگے کا کام ہے۔

دونوں کمالات ایک جگہ اکٹھے:

کیا ایسا بھی ہوا ہے کہ یہ دونوں طرح کے کمالات؛ [۱] فہم حدیث جسے فقہ کہتے ہیں اور [۲] علم رجال پر نظر، جو فن حدیث کا موضوع ہے، یکجا جمع ہوں، اس صورت میں

فاضل کون سا سمجھا جائے گا؟

الجواب: ہاں ایسا بھی ہوا ہے۔ حضرت امام بخاری اور امام ابو داؤد محدث بھی تھے اور فقیہ بھی۔ امام بخاری اصولِ فقہ میں زیادہ امام شافعی کے اصول پر چلے ہیں اور امام ابو داؤد حضرت امام احمد کی راہ پر، لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ فقہ واجتہاد میں جو مقام ائمہ اربعہ کا ہے امام بخاری اور امام ابو داؤد کے اجتہادات امت میں کبھی اس پائے کے نہیں سمجھے گئے جو مقام امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا ہے۔ اتنی بات تو غیر مقلدین حضرات بھی تسلیم کرتے ہیں۔

”محدثین صحاح ستہ کے اجتہاد کو ائمہ کے اجتہاد پر ترجیح نہیں ہے۔“

فتاویٰ اہل حدیث: ج 1 ص 7

اس سے پتہ چلتا ہے کہ محدثین کتنے ہی بلند پایہ کیوں نہ ہوں جو گوئے سبقت ائمہ اربعہ لے گئے امت میں اس کی ضرورت اور قدر تاریخ کی ہر نئی کروٹ میں اور زیادہ محسوس ہوگی۔

ہمارے بعد ہمارے ہی تذکرے ہوں گے

ہمارے بعد ہی محسوس اک کمی ہوگی

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس امت کے اہل علم دو حصوں میں کیوں بٹے؟ اور پھر ایک تیسرا محروم القسمت گروہ بھی آنکلا جو نہ محدثین بنے، نہ فقہاء اور نہ وہ کسی فقیہ کی پیروی میں چلے؟ امت کی یہ زمین تین حصوں میں کیوں بٹ گئی؟

الجواب: یہ دینی فطرت ہے اور فطرت اس میں اپنے تمام تقاضے ظاہر کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے وہ بارانِ رحمت تھی جو اس امت پر

برسی، مگر اس حقیقت سے بھی کوئی انسانی نگاہ محروم نہ ہوگی کہ زمین میں کچھ زر خیز حصے ہوتے ہیں، یہ زمین پانی پیتی ہے اور خوب پیتی ہے اور پھر یہ فصلیں اگتی ہے اور پورے پھیلاؤ میں شادابی اور بہار لاتی ہے، اس زمین نے پانی اپنے اندر سمو یا اور اپنے سے پھر وہ دولت پیدا کی کہ عام انسانی نگاہ اس کا تصور نہ کر سکتی تھی کہ یہ مٹی اس طرح کے رنگ رنگ کے پھول اور مختلف ذائقوں اور خوشبوؤں کے پھل اس کثیر مقدار میں اگلے گی۔

2: ایک اور زمین بھی تھی جو اپنے اندر پانی جذب نہ کر سکی مگر اس کے پتھریلے کناروں نے پانی کو اپنے اندر روک لیا اور پھر وہ انسانوں اور جانوروں اور دوسری زمینوں کے کام آتا رہا۔ اس زمین نے پانی کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر لیا، یہ دوسرے درجہ کی زمین تھی۔

پہلے درجے کے اہل علم اس امت کے فقہاء مجتہدین ہیں۔ دوسرے درجے کے اہل علم محدثین ہیں۔ اگر یہ دین بارانِ رحمت ہے اور یقیناً ہے تو اس میں فقہاء اور محدثین دونوں طرح کے علماء ہونے چاہئیں۔ ہاں جو لوگ محدث نہ ہوں، نہ فقیہ اور نہ کسی فقیہ کے پیرو ہوں یہ وہ حصہ زمین ہے جو نہ قابلِ کاشت ہے اور نہ قابلِ ذخیرہ، یہ اس امت کے وہ محروم القسمت ہیں جو دینِ فطرت کی راہ پر نہیں چلے۔ بارانِ رحمت سے حصہ نہیں لے سکے، نہ محدث ہوئے، نہ فقیہ اور نہ کسی فقیہ کے پیرو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ مِنَ الْهُدَى وَالْعِلْمِ كَمَثَلِ الْغَيْثِ الْكَثِيرِ أَصَابَ أَرْضًا فَكَانَ مِنْهَا نَقِيَّةٌ قَبِلَتْ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْكَلَامُ وَالْعُشْبَ الْكَثِيرَ وَكَانَتْ مِنْهَا أَجَادِبُ أَمْسَكَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللَّهُ بِهَا النَّاسَ فَشَرِبُوا وَسَقَوْا وَزَرَعُوا وَأَصَابَ مِنْهَا

طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ إِنَّمَا هِيَ قِيعَانٌ لَا تُمْسِكُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ كَلْهَذَاكَ مَثَلٌ مِّنْ فَتْنَةٍ فِي دِينِ
اللَّهِ فَتَنَعَهُ بِمَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ فَعِلِمَ وَعَلِمَ وَمَثَلٌ مِّنْ لَّمْ يَزِفْجِ اللَّهُ بِذَلِكَ رَأْسًا وَلَمْ
يَقْبَلْ هُدَىٰ اللَّهِ الَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ

[صحیح البخاری: ج 1 ص 18]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم اور راہ دے کر بھیجا ہے اس کی مثال کثیر بارش کی سی ہے
جو کسی زمین پر برسی، اس میں ایسا صاف اور عمدہ قطعہ بھی تھا جس نے بارش کو اپنے اندر
جذب کر لیا اور گھاس اور رنگارنگ کے پودے اگائے اور ایسے پتھر لیے قطعے بھی تھے
جنہوں نے (اپنے میں پانی جذب تو نہ کیا تاہم) پانی کو اپنے اندر روک لیا۔ اللہ تعالیٰ نے
اس سے لوگوں کو نفع پہنچایا، انہوں نے وہاں سے پانی پیا، مویشیوں کو بھی پلایا اور کھیتوں
کو بھی دیا اور بارش ایسے چٹیل قطعات پر آئی جو اپنے میں نہ پانی روک سکیں، نہ گھاس
اگا سکیں، سو یہ مثال اس کی ہے جس کو دین میں مقام فقہ ملا اور اسے اس علم سے نفع
پہنچا جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر مبعوث کیا، اس نے سیکھا بھی اور سکھایا بھی اور اس کی
بھی یہ مثال ہے جس نے ادھر سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کو قبول کیا جو
اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا۔

جس طرح زمین اپنے خزانے اگلتی ہے فقہاء کرام کتاب و سنت کی حدود سے
اس کے دبے خزانوں کو باہر نکالتے ہیں اور اپنے استنباط سے ہر نئی پیش آمدہ ضرورت کو
پورا کرتے ہیں۔ پانی کو ذخیرہ رکھنے والی زمین اس امت کے محدثین ہیں اور جو نہ صرف
اس طرف رہیں کہ فقہاء کے پیچھے چلیں اور نہ اس طرف کے ہوں کہ علم حدیث
حاصل کریں یہ وہ سادہ لوح لوگ ہیں جو علم حدیث نہ رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو
محدث اور محقق سمجھتے ہیں، یہ زمین قابل کاشت ہے نہ پانی کو روک رکھنے والی ہے، ان

محروم القسنت غیر مقلدین کو بس اسی طرح سمجھیں جنہوں نے اس آسمانی ہدایت کی طرف سر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ پانی کو روک رکھنے والی زمین کے متعلق علامہ سندھی فرماتے ہیں:

قِسْمٌ يَنْتَفِعُ بِعَيْنٍ عَلَيْهِ ذَالِكُ كَأَهْلِ الْحِفْظِ وَالرِّوَايَةِ

ترجمہ: یہ وہ قسم ہے جو آپ کے علم کے چشمہ سے نفع اٹھاتی ہے جیسے حفظ و روایت کے لوگ۔

اور پہلی قسم کے بارے میں فرماتے ہیں:

قِسْمٌ يَنْتَفِعُ بِشَمَرَاتٍ عَلَيْهِ وَنَتَائِجِهِ كَأَهْلِ الْاجْتِهَادِ وَالْإِسْتِخْرَاجِ

ترجمہ: یہ وہ قسم ہے جو آپ کے علم کے پھلوں اور اس کے نتائج سے نفع اٹھاتی ہے جیسے مسائل کا کتاب و سنت کی روشنی میں استنباط کرنے والے۔

لسان شریعت نے اس امت کے اول درجے کے علماء ”فقہاء مجتہدین“ کو اور دوسرے درجے کے علماء ”محدثین“ کو قرار دیا ہے۔ رہے تیسرے درجے کے لوگ تو یہ غیر مقلدین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس آسمانی ہدایت کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا و کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحیح بخاری کی اس حدیث نے یہ تو واضح کر دیا کہ اس امت میں دو طرح کے لوگ ہوں گے؛ محدثین اور فقہاء، لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ بھی جاننا چاہیے کہ حافظ حدیث اور فقیہ میں شیطان پر کون زیادہ بھاری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے:

فَقِيْهُوَ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ [سنن ابن ماجہ]

ترجمہ: ایک فقیہ شیطان پر ایک ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔ [جاری ہے]

کرشمہ چشم سلطان شناس

اللہ کی پہچان جس کو ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت سے مستفید ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے بھی رحمت الہی سے فیض پا جاتے ہیں، اس عنوان کو مولانا رومی رحمہ اللہ نے اپنی مثنوی میں ایک حکایت سے سمجھایا ہے۔ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے عالی ذوق کے مطابق اس حکایت کو بیان فرمایا ہے جو افادہ کی غرض سے ہدیہ قارئین ہے۔ از مفتی شبیر احمد حنفی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا:

مولانا رومی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں شہر میں چوریاں زیادہ ہونے لگیں تو چوروں کو پکڑنے کے لئے شاہ نے یہ تدبیر کی کہ شاہی لباس اتار کر چوروں کا سا پھٹا پرانا لباس پہن لیا اور شہر میں گشت کرنے لگے۔ ایک جگہ دیکھا کہ بہت سے چور اکٹھے بیٹھے ہیں۔ بادشاہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔

چوروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ چوروں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی چور ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ماہرین فن ہیں، کوئی عام چور نہیں ہیں، تم اپنا کوئی ہنر بتاؤ۔ اگر تمہارے اندر کوئی ہنر ہو گا تو تمہیں شریک کریں گے ورنہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا: آپ لوگ کیوں گھبراتے ہیں؟ آپ لوگوں میں چوری کی جو صفت، ہنر اور فن ہے میرا ہنر اگر اس سے زیادہ پانا تو مجھے شریک کرنا ورنہ بھگادینا۔ چوروں نے کہا کہ اچھا اپنا ہنر بتاؤ۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم لوگ اپنا ہنر بیان کرو۔ ایک چور نے کہا کہ میرے اندر یہ فن ہے کہ میں اونچی سے اونچی دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہو جاتا ہوں، چاہے بادشاہ کا

قلعہ ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے نہ کہا کہ میری ناک میں یہ خاصیت ہے کہ جہاں خزانہ مدفون ہوتا ہے، میں مٹی سو گنگھ کر خزانہ بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے۔ جیسے مجنوں کو خبر نہیں تھی کہ لیلیٰ کی قبر کہاں ہے۔ قبرستان جا کر ہر قبر کو سو گنگھا، جب لیلیٰ کی قبر کی مٹی سو گنگھی تو بتا دیا کہ لیلیٰ یہاں ہے۔

بھجو مجنوں بو کنم ہر خاک را

خاکِ لیلیٰ را بیا بم بے خطا

مولانا فرماتے ہیں کہ جو مولیٰ کے عاشق ہیں وہ بھی مثل مجنوں کے ہر مٹی کو سو گنگھتے ہیں اور جس خاک میں مولیٰ ہوتا ہے تو وہ سو گنگھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس کے قلب میں مولیٰ ہے۔ اللہ کے عاشقین اللہ والوں کے چہرہ سے، ان کی آنکھوں سے، ان کی گفتگو سے پتہ پا جاتے ہیں کہ یہ دل صاحبِ نسبت ہے۔ تیسرے چور نے کہا کہ میرے بازو میں ایسی طاقت ہے کہ چاہے کتنی ہی موٹی دیوار ہو میں گھر میں گھسنے کے لئے اس میں سوراخ کر دیتا ہوں۔ چوتھے نے کہا کہ میں ماہرِ حساب ہوں، پی ایچ ڈی میٹھمیٹکس (Mathematics) ہوں۔ کتنا ہی بڑا خزانہ ہو چند سیکنڈ میں حساب لگا کر تقسیم کر دیتا ہوں۔ پانچویں نے کہا کہ میرے کانوں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں کتے کی آواز سن کر بتا دیتا ہوں کہ کتا کیا کہہ رہا ہے۔ چھٹے نے کہا کہ میری آنکھوں میں یہ خاصیت ہے کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں دن میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔

اب سب چوروں نے بادشاہ سے پوچھا کہ اے چور بھائی! تمہارے اندر کیا

خاص بات ہے؟ شاہ محمود نے کہا کہ بھئی میری داڑھی میں ایک خاصیت ہے کہ ۔

مجرماں را چوں بہ جلا دال دہند

چوں بجند ریش من ایشان رہند

جب مجرمین کو پھانسی کے لئے جلا دوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو مجرمین پھانسی کے پھندے سے جھوٹ جاتے ہیں۔ یہ سن کر چور مارے خوشی کے کہنے لگے کہ ۔

قوم گفتندش کہ قطب ماتوئی

روز محنت ہا خلاص ماتوئی

آپ تو چوروں کے قطب ہیں۔ جب ہم کسی مصیبت میں پھنسیں گے تو آپ ہی کے ذریعہ ہم کو خلاصی ملے گی۔ لہذا فیصلہ ہوا کہ آج بادشاہ کے یہاں چوری کی جائے کیونکہ آج سب اراکین نہایت پاور فل ہیں اور مصیبت سے چھڑانے والا داڑھی والا بھی ساتھ ہے۔ لہذا سب بادشاہ کے محل کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز پہچاننے والے نے کہا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ بادشاہ تمہارے ساتھ ہے لیکن چور پھر بھی چوری کے ارادے سے کیوں نہ باز آئے؟ بوجہ لالچ اور طمع کے، کیونکہ لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے اور عقل و ہوش کو اڑا دیتا ہے جس سے ہنر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ہر گناہ اسی طرح ہوتا ہے کہ شہوت اور لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، پھر بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ جانتا ہے کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے لیکن مغلوب ہو کر

گناہ کرتا ہے، اسی لئے نے اسباب گناہ سے دوری کا حکم فرمایا تاکہ لالچ پیدا ہو۔

لہذا بادشاہ کے یہاں چوری ہوئی۔ چوروں نے خزانہ لوٹ لیا اور جنگل میں بیٹھ کر ماہر حساب نے سب کا حصہ لگا کر چند منٹ میں تقسیم کر دیا۔ بادشاہ نے کہا: سب لوگ اپنا اپنا پیٹہ لکھو ادیں تاکہ آئندہ جب چوری کرنا ہو تو ہم لوگ آسانی سے جمع ہو جائیں۔ اس طرح بادشاہ نے سب کا پیٹہ نوٹ کر لیا۔

اگلے دن شاہ نے عدالت لگائی اور پولیس والوں کو حکم دیا کہ سب کو پکڑ لاؤ۔ جب سب چور ہتھکڑیاں ڈال کر حاضر کئے گئے تو بادشاہ نے سب کو پھانسی کا حکم دے دیا اور کہا کہ اس مقدمہ میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ سلطان خود وہاں موجود تھا۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کسی گواہ کی ضرورت نہیں کیونکہ

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ [الحديد: 4]

جب تم بدکاریاں کر رہے تھے تو میں تو تمہارے ساتھ موجود تھا، لہذا اللہ تعالیٰ کو کسی گواہ کی حاجت نہیں۔ پھر قیامت کے دن جو اعضاء کی گواہی، زمین کی گواہی، فرشتوں کی گواہی، اور صحیفہ اعمال کی جو گواہی پیش کی جائی گی وہ بندوں پر حجت تام کرنے کے لئے ہوگی۔

جب چھ کے چھ چور پھانسی کے تختہ پر کھڑے ہو گئے تو وہ چور جس نے بادشاہ کو دیکھا تھا اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی بادشاہ جو رات کو ہمارے ساتھ تھا۔ وہ تختہ دار سے چلایا کہ حضور کچھ دیر کو ہماری جانوں کو امان دی جائے، میں آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا: ٹھیک ہے، تھوڑی دیر کے لئے پھانسی کو موقوف کر دو اور اس کو میرے پاس بھیج دو۔ چور نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ

ہر یکے خاصیتے خود و نمود

اے بادشاہ! ہم میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ہنر دکھا دیا لیکن

ایں ہنر ہا جملہ بد بختی فزود

ہمارے سب کے سب ہنر جن پر ہم کو ناز تھا انہوں نے ہماری بد بختی کو اور بڑھا دیا کہ آج ہم تختہ دار پر ہیں۔ اے بادشاہ! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے، آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جب مجرموں کو تختہ دار پر چڑھایا جاتا ہے اس وقت غایت کرم سے اگر میری داڑھی بل جاتی ہے تو مجرمین کو پھانسی سے نجات پا جاتے ہیں۔ لہذا اپنے ہنر کا ظہور فرمائیے تاکہ ہماری جان خلاصی پا جائے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سلطان محمود نے کہا تمہارے کمالات ہنر نے تو تمہاری گردنوں کو مبتلائے قہر کر دیا تھا لیکن یہ شخص جو سلطان کا عارف تھا اس کی چشم سلطان شناس کے صدقہ میں میں تم سب کو رہا کرتا ہوں اس قصہ کو بیان فرما کر مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر شخص اپنے ہنر پر ناز کر رہا ہے، بڑے بڑے اہل ہنر اپنی بد مستیوں میں مست اور خدا سے غافل ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے یہ ہنر کچھ کام نہ آئیں گے اور ان کو مبتلائے قہر و عذاب کر دیں گے لیکن ۔

جز مگر خاصیت آں خوش حواس

کہ بشب بود چشم او سلطان شناس

جن لوگوں نے اس دنیا کے اندھیرے میں اللہ کو پہچان لیا، نگاہ معرفت پیدا کر لی قیامت کے دن یہ خود بھی نجات پائیں گے اور ان کی سفارش گنہگاروں کے حق میں قبول کی جائے گی۔

تذکرۃ الفقہاء:

فقہ ابن فقیہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

نام و نسب:

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب بن نفیل القرشی العدوی

ولادت باسعادت:

آپ رضی اللہ عنہما کی ولادت باسعادت تقریباً نبوت کے تیسرے سال ہوئی۔

قبول اسلام:

صحیح قول کے مطابق آپ رضی اللہ عنہما بچپن میں اپنے والد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (الاصابة ج 2 ص 1095)

فضائل و مناقب:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دین اسلام کے وارث حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنے، صحابہ رضی اللہ عنہم میں کئی طبقے تھے۔

1: الفاظ پیغمبر کو محفوظ کرنے والے (محدث: وہ حضرات جنہوں نے الفاظ پیغمبر کو محفوظ کر لیا اور من و عن آگے امت کی طرف پہنچا دیا)

2: الفاظ حدیث سے مسائل کا استنباط و استخراج کرنے والے (مجتہد: حضرات صحابہ

کرام میں سے وہ شخصیات جنہوں نے احادیث پیغمبر سے امت کی مشکلات کا حل نکالا)

3: مجتہدین کے اجتہاد کو ماننے والے وغیرہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو محدث بھی تھے اور فقیہ و مجتہد بھی۔ یعنی الفاظ پیغمبر کو بھی یاد کیا اور اللہ نے مسائل کے استنباط کی طاقت بھی عطا فرمائی۔

لسان نبوت سے آپ رضی اللہ عنہما کے صالح ہونے کی شہادت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہ عظیم صحابی ہیں جس کے صالح اور متقی ہونے کی گواہی خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر ایک کنویں کے پاس لے گئے میں ڈر کی وجہ سے یہ جملہ کہا: اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ فرشتے نے کہا ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں نے یہ خواب اپنی ہمشیرہ امام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعم الرجل عبد الله لو كان يصلي من الليل، عبد الله بهترین شخص ہے اگر وہ تہجد کا اہتمام کرتا تو کیا ہی اچھا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے حضرت سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد میرے والد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بہت کم سوتے تھے (یعنی اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے) صحیح بخاری ج 1 ص 529 باب مناقب عبد الله بن عمر رضی اللہ عنہما

ترمذی شریف میں آپ رضی اللہ عنہما کا ایک اور خواب مذکور ہے فرماتے ہیں کہ میں نے خواب کی حالت میں خود کو جنت میں دیکھا میرے ہاتھ میں ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا ہے جنت کی جس طرف اشارہ کرتا ہوں وہ کپڑا مجھے اڑا کر وہیں لے جاتا ہے میں خواب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بتایا انہوں نے حضور علیہ السلام کو بتایا۔ آپ علیہ

السلام نے فرمایا: ان اخاک رجل صالح [ترمذی ج 2 ص 222 مناقب عبد اللہ بن عمر]

اے حفصہ! آپ کا بھائی نیک آدمی ہے۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ رضی اللہ عنہما کے فضل و کمال۔ اور زہد و تقویٰ کے معترف تھے۔ سید الفقہاء حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان

املك شباب قریش لنفسه عن الدنيا عبد الله بن عمر (الاصابة ج 2 ص 1096)

نوجوان قریش میں حضرت ابن عمر سب سے زیادہ اپنے نفس پر کنٹرول کرنے والے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مالنا من ادرك الدنيا الامالت

ومال بها غير عبد الله بن عمر۔ (الاصابة ج 2 ص 1096)

حضرت ابن عمر دنیا سے بالکل بے رغبت تھے۔

محبت و اتباع رسول:

مومن کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت اور آپ کی اتباع دونوں ضروری ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں یہ دونوں وصف درجہ کمال میں موجود تھے محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ آپ علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب بھی آپ سفر سے واپس آتے تو سیدھا روضہ اقدس پر جا کر سلام کرتے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں: کان ابن عمر اذا قدم من سفر اتي قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال

السلام عليك يا رسول الله، الحديث [مصنف عبدالرزاق ج 3 ص 383 رقم 6753]

ترجمہ: حضرت ابن عمر جب سفر سے واپس آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر جا کر سلام عرض کرتے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس عمل سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔

1: قبر اسی زمین والے گڑھے کو کہتے ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہما حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر والی قبر پہ تشریف لے گئے تھے نہ کہ علیین میں۔

2: جب روضہ مبارک پر حاضری کا موقع ملے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو

مخاطب کر کے سلام کہنا چاہیے کیونکہ آپ علیہ السلام قبر میں زندہ ہیں۔

اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ دوران سفر جہاں جہاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں پر آپ بھی رکتے تھے۔ اس جگہ اترتے

جہاں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے۔ جہاں کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

نماز پڑھی آپ رضی اللہ عنہما بھی وہاں نماز پڑھتے تھے، یہاں تک کہ اگر حضور علیہ

السلام نے کسی موقع پر کھڑے ہو کر دعا فرمائی تو اتباع رسول کے شوق میں آپ نے

بھی دعا حالت قیام میں ہی فرمائی۔ [جاری ہے]

”تقویٰ“

انتخاب: مولانا اشفاق احمد۔ خانپور

علامہ ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ 1916-1917 میں مولانا شبیر احمد

عثمانی رحمہ اللہ اعظم گڑھ آئے، ٹھہرے کہیں اور جگہ تھے مجھ سے ملنے آئے، میں

نے چائے پیش کی تو پینے سے انکار کیا۔ انکار کی وجہ معلوم نہ ہوئے مگر بعد میں خیال آیا

تو قیاس ہوا کہ چائے کی پیالیاں جو جاپانی تھیں ان پر جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی

تھیں، اس لیے ان میں پینے سے انکار کیا۔ اس سے ان کے تقویٰ و طہارت اور

بزرگوں کی صحبت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔

[علمائے دیوبند کے واقعات و کرامات: ص 354]

نماز اہل سنت والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

جلسہ استراحت نہ کرنا:

1: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَضُ

فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ - (جامع الترمذی ج 1 ص 64 باب کیف النهوض من السجود)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

2: عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ رَمَقْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي

الصَّلَاةِ فَرَأَيْتُهُ يَنْهَضُ وَلَا يَجْلِسُ قَالَ يَنْهَضُ عَلَى صُدُورِ قَدَمَيْهِ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى

وَالثَّانِيَةِ - (مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 117 باب کیف النهوض من السجدة الاخرة)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمن بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کا نماز میں غور سے مشاہدہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہو

جاتے تھے اور بیٹھتے نہ تھے آپ پہلی اور دوسری رکعت میں اپنے قدموں کے کناروں

پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

3: عَنِ الشَّعْبِيِّ أَنَّ عُمَرَ وَعَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا يَنْهَضُونَ فِي الصَّلَاةِ عَلَى صُدُورِ أَقْدَامِهِمْ -

(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 330، من کان ینہض علی صدور قدمیه، رقم الحدیث 4004)

ترجمہ: جلیل القدر تابعی حضرت امام شعبی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر، حضرت علی

رضی اللہ عنہم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں اپنے قدموں کے کناروں پر کھڑے ہو جاتے تھے۔

بوجہ عذریا ضعیف العمری کے جلسہ استراحت کرنا :

1: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِرُ بِتَسْبِيحٍ فَلَمَّا بَدَأَ وَكَثُرَ لَحْمُهُ أَوْ تَرَبَّسَبَجَ وَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ۔

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 204 باب الوتر)

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 9 رکعت وتر پڑھتے تھے (یعنی 3 وتر اور 6 نفل) جب آپ کا بدن بھاری ہوا اور کھیم ہوئے توسات وتر (یعنی تین وتر اور چار رکعت نفل) پڑھتے اور دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

2: عَنْ أَبِي قَلَابَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ جَاءَ تَامَلِكُ بْنُ الْحَوَيْرِثِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي لَا صَلَّيْتُ بِكُمْ وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ أَصَلِّيَ كَيْفَ رَأَيْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي قَلَابَةَ كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخِنَا هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يُجْلِسُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ قَبْلَ أَنْ يَنْهَضَ فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 93 باب من صلی بالناس وهو لا یرید الا ان یعلمهم صلوۃ النبی)

ترجمہ: حضرت ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ ہماری اس مسجد میں تشریف لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے نماز پڑھتا ہوں، میرا مقصود نماز پڑھنا نہیں ہے بلکہ جس طرح میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح (تمہیں دکھانے کے لیے) پڑھتا ہوں۔ ایوب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو قلابہ سے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اس شیخ کی طرح۔ شیخ (کی عادت تھی کہ) پہلی رکعت میں جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ جاتے تھے۔

دور رکعتوں کے درمیان رفع یدین نہ کرنا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں:

”وَلَا يَفْعَلُ ذَلِكَ حِينَ يَسْجُدُ وَلَا حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ“

(صحیح البخاری ج 1 ص 102 باب الی این یرفع)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

فائدہ 1: اس سے ثابت ہوا کہ نمازی (دور رکعتوں کے درمیان) جب دوسری اور چوتھی رکعت کے لیے سجدہ سے سر اٹھائے تو رفع یدین نہ کرے۔

(فتح الباری لابن حجر ج 2 ص 288 ملخصاً)

فائدہ 2: مذکورہ روایت کے ابتدائی حصہ میں رکوع کی جس رفع یدین کا ذکر ملتا ہے اس کی نفی خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی دیگر روایات سے ثابت ہے جیسا کہ پہلے باحوالہ بات گزر چکی ہے۔

دوسری رکعت کی قرات فاتحہ مع بسم اللہ سے شروع کرنا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ لَا يَدْعُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَبْلَ السُّورَةِ وَبَعْدَهَا إِذَا قَرَأَ سُورَةً أُخْرَى فِي الصَّلَاةِ.

(شرح معانی الآثار ج 1 ص 146 باب قراءة بسم الله الرحمن الرحيم في الصلوة)

ترجمہ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں سورۃ فاتحہ سے پہلے اور اس کے بعد دوسری

سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے۔

پہلی رکعت بڑی اور دوسری رکعت چھوٹی رکھنا :

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَاةِ الظُّهْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يَطْوُلُ فِي الْأُولَى وَيَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسْمِعُ الْآيَةَ أَحْيَاءًا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يَطْوُلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يَطْوُلُ فِي الرَّكَعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَقْصُرُ فِي الثَّانِيَةِ - (صحيح البخارى ج 1 ص 105 باب القراءة في الظهر)

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ الفاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے تھے، پہلی رکعت لمبی اور دوسری چھوٹی کرتے تھے اور کبھی کبھی کوئی آیت سنا بھی دیتے تھے عصر کی نماز میں فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور پہلی رکعت لمبی کرتے اور فجر کی نماز میں بھی پہلی رکعت لمبی اور دوسری چھوٹی کرتے تھے۔

ہر دو رکعت پر قعدہ کرنا :

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ وَالْقِرَاءَةِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ..... وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رَكَعَتَيْنِ الْحَمْدَ.

(صحيح مسلم ج 1 ص 194 باب ما يجمع صفة الصلوة وما يفتح به ويختم به ، مصنف عبد الرزاق ج 2 ص 134 باب من نسي التشهد ، رقم الحديث 3086 ، مصنف ابن ابي شيبة ج 3 ص 47 ، قدر كم يقعد في الركعتين الاوليين ، رقم الحديث 3040)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تکبیر سے شروع فرماتے اور قرات الحمد للہ رب العالمین سے اور

یہ فرماتے تھے کہ ہر دو رکعت پر تشہد ہے۔ (یعنی قعدہ کرنا ہوتا ہے)

کیفیت قعدہ اولیٰ:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَالَ إِثْمَاسُنَةُ الصَّلَاةُ أَنْ تَنْصَبَ رِجْلَكَ الْيُمْنَى وَتُنْفِخَ الْيُسْرَى (صحیح البخاری ج 1 ص 114 باب سنة الجلوس في التشهد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نماز کی سنت یہ ہے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بائیں پاؤں بچھاؤ۔

2: حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَإِذَا جَلَسَ فِي الرَّكَعَتَيْنِ جَلَسَ عَلَى رِجْلِهِ الْيُسْرَى وَنَصَبَ الْيُمْنَى۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 114 باب سنة الجلوس في التشهد)

ترجمہ: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے۔

3: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِيحُ الصَّلَاةَ بِالتَّكْبِيرِ... وَكَانَ يَفْرِشُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصَبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى۔ (صحیح مسلم ج 1 ص 195 باب ما يجمع صفة الصلوة وما يفتح به ويختم به)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کے ساتھ نماز شروع فرماتے۔ (تشہد میں) آپ بائیں پاؤں بچھا دیتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔

قعدہ اولیٰ میں صرف تشہد پڑھنا:

1: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ عَلِمْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَنْ نَقُولَ إِذَا جَلَسْنَا فِي الرُّكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

(سنن النسائی ج 1 ص 174 باب كيف التشهد الاولى، السنن الكبرى للبيهقي ج 2 ص 148 باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في التشهد)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی کہ جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھا کریں تو یہ پڑھا کریں التحیات للہ والصلوات آخر تک۔

2- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُدَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ وَفِي آخِرِهَا... التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ... قَالَ ثُمَّ إِنْ كَانَ فِي وَسْطِ الصَّلَاةِ نَهَضَ حِينَ يَفْرُغُ مِنْ تَشَهُدِهِ۔
(مسند احمد ج 4 ص 238 حديث نمبر 4382)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے درمیان نماز اور آخر نماز میں تشہد کی تعلیم دی... فرماتے تھے کہ نمازی اگر درمیان میں ہو تو اپنے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد کھڑا ہو جائے“

3: عَنِ الْحَسَنِ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَا يَزِيدُ فِي الرُّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ عَلَى التَّشَهُدِ
(مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 47، قدركم يقعد في الركعتين الاوليين، رقم الحديث 3038)

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ نمازی پہلی دو رکعتوں میں تشہد کے علاوہ کچھ زیادہ نہ پڑھے۔

الفاظ تشہد:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ فَإِذَا صَلَّيْ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ
وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ
عَلَيْكَ وَاعْلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ... أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ
وَرَسُولُهُ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 115 باب التشہد فی الاخرة ، صحیح مسلم ج 1 ص 173 باب التشہد فی
الصلوة)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ
تعالیٰ ہی ”سلام“ ہے۔ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے (تشہد) یوں کہنا چاہئے
التحیات للہ آخر تک۔

ترجمہ تشہد:

ساری حمد و ثناء، نمازیں اور ساری پاک چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اے نبی! آپ پر
سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ سلامتی ہو ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں
پر۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ بھی
گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

تشہد میں انگلی کا اشارہ :

علی بن عبد الرحمن المعاوی فرماتے ہیں کہ میں نماز میں کنکریوں سے کھیل رہا تھا تو
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھا اور فرمایا:

[بقیہ ص 37 پر ملاحظہ فرمائیں]

ماہِ محرم؛ فضائل و مسائل

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھسن حفظہ اللہ

”محرم“ اسلامی سال کا اول مہینہ:

ماہِ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جو اپنی برکات و فضائل میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس مہینہ کی تاریخی حیثیت تو اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس کی حرمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینہ میں خصوصی اعمال اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ تاریخِ اسلامی کے کئی واقعات اسی مہینہ میں پیش آئے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ تاریخ کے بیشتر اہم اور سبق آموز واقعات اسی مہینہ میں رونما ہوئے۔ لہذا جہاں ماہِ محرم سالِ نو کی ابتداء کی نوید دیتا ہے وہیں ان واقعات و حادثات کی بھی خبر دیتا ہے جن کا یاد رکھنا امتِ مسلمہ کے لئے ضروری ہے۔ زندہ اقوام کی علامت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی تاریخ، اسلاف کے کارناموں اور واقعات سے بے خبر نہیں رہتیں۔ تو محرم کا آغاز ہمیں ان تاریخی حقائق سے باخبر ہونے کا موقع فراہم کرتا ہے۔

سنِ ہجری کی ابتداء:

مسلمانوں کی باقاعدہ تاریخ کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہوا۔ اس سے قبل مسلمان سنِ نبوت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج وغیرہ سے تاریخ کا حساب کیا کرتے تھے، باقاعدہ سن مقرر نہیں تھا۔ اہل عرب کے ہاں مختلف واقعات مشہور تھے جن کی بنیاد پر تاریخ کا تخمینہ لگاتے تھے۔ مثلاً جنگ

بسوس، جنگِ داحس، جنگِ فجار اور عام الفیل وغیرہ۔ (الکامل لابن اثیر ج: 1، ص: 14، 13)

اس لئے باضابطہ سن مقرر کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور فتوحات کا سلسلہ بڑھا تو عرب کے علاوہ دیگر عجم ممالک میں بھی اسلامی حکومت باقاعدہ طور پر معرض وجود میں آئی تو انفرادی و اجتماعی اور سرکاری سطح پر اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ باقاعدہ طور پر کوئی سن مقرر کیا جائے۔

چنانچہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشاورت فرمائی اور سن ہجری کا تقرر ہوا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کی طرف ہجرت کے واقعہ کو اسلامی تقویم کی بنیاد بنایا گیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ج: 1، ص: 44)

نیز حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس بات پر بھی اتفاق ہوا کہ سال کی ابتدا ۱ ماہ محرم سے کی جائے۔ چنانچہ محرم ہی سے اسلامی سال کا آغاز ہونے لگا۔

(المختصر فی اخبارالبشر لابی الفداء اسما عیل بن علی: ج: 1، ص: 80، لہجۃ النبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل سنت ہے:

ماہ محرم سے اسلامی سال کا آغاز کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے سنت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریقے کی طرح خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے کو بھی سنت فرمایا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک اپنی جگہ ہدایت کے آفتاب کا روشن ستارہ ہے۔ لیکن ان میں جیسا فیض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو درجہ بدرجہ حاصل ہوا مجموعی لحاظ سے وہ دوسروں سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متصلاً بعد انہی ہستیوں کو اپنے دین حق کی ترویج و اشاعت کے لئے زمین کی نیابت و خلافت سپرد فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کو معیار حق بتلاتے ہوئے ان کی اتباع کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْتَدِينَ“

(سنن ابوداؤد: ج: 2، ص: 287، باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل کرنا ضروری قرار دیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اسلامی سال کی ابتداء کے لئے واقعہ ہجرت کو بنیاد قرار دے کر ماہ محرم سے اس کا آغاز فرمایا ہے۔ لہذا اسکے مطابق اپنے روزمرہ کے معمولات کا حساب لگانا سنت پر عمل کرنا شمار ہوتا ہے۔

ماہ محرم کے فضائل:

ماہ محرم اپنی فضیلت و عظمت، حرمت و برکت اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے انفرادی خصوصیت کا حامل ہے۔ اسی وجہ سے شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی دور میں اس کے اعزاز و اکرام میں قتال کو ممنوع قرار دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

”قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ“۔ (البقرہ : 217)

ترجمہ: کہہ دیجئے اس میں قتال کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

اسے حرمت والے مہینوں میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

”إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا... مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ“۔ (التوبہ: 36)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہے... ان میں چار مہینے ادب کے ہیں۔

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيَاةِ يَوْمٍ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ، أَلَسَنَّةٌ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا، مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثُ مُتَوَالِيَّاتٍ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمَحَرَّمُ وَرَجَبُ مُطَرِّ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ“۔

(صحیح بخاری ج: 2، ص: 672: باب قوله ان عدة الشهور اربع)

ترجمہ: زمانے کی رفتار وہی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا۔ ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں جن میں سے تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔

محرم کے روزوں کی فضیلت:

یوں تو اس ماہ میں کی جانے والے ہر عبادت قابل قدر اور باعث اجر ہے مگر احادیث مبارکہ میں محرم کے روزوں کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”وَأَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ شَهْرِ رَمَضَانَ صِيَامُ شَهْرِ اللَّهِ الْمُحَرَّمِ“۔ (مسلم ج:

1: ص: 368: باب فضل صوم المحرم)

ترجمہ: رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینہ ”محرم“ کے روزے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ صَامَ يَوْمًا مِنَ الْمَحْرَمِ فَلَهُ بِكُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثُونَ يَوْمًا»۔ (غنیۃ الطالبین للشیخ جیلانی: ص: 314: مجلس فی فضائل یوم عاشوراء)

ترجمہ: جو محرم کے ایک دن کا روزہ رکھے اسکو ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔
پھر اس ماہ کے تمام ایام میں سے اللہ رب العزت نے ”یوم عاشوراء“ کو ایک ممتاز مقام عطا فرمایا ہے۔ یہ دن بہت سے فضائل کا حامل اور نیکیوں کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

«وَصِيَامُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ الْسَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ»۔
(صحیح مسلم ج: 1: ص: 367: باب استحباب صیام ثلاثہ ایام الخ)
ترجمہ: جو شخص عاشورا کے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ سال کے (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمان ہے:
«مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا الْيَوْمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ»۔ (صحیح بخاری: ج: 1: ص: 268: باب صیام یوم عاشوراء)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینہ اور دس محرم کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

نوٹ: اہل ایمان کو یہود کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور اس دسویں محرم کا روزہ چونکہ

یہود بھی رکھتے ہیں اس لئے اب ہمارے لئے حکم یہ ہے کہ دسویں تاریخ کے ساتھ نوں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں تاکہ سنت بھی ادا ہو جائے اور مخالفتِ یہود کا پہلو بھی نکل آئے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے:

” قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا “۔ (مسند احمد: ج: 1: ص: 241 حدیث نمبر 2154)

ترجمہ: تم عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو اور اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ بھی رکھو۔

عاشوراء کے دن اہل و عیال پر وسعت سے خرچ کرنا:

دسویں محرم کے دن اپنی استطاعت کے مطابق حلال آمدنی سے اپنے اہل و عیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا برکتِ رزق کا ذریعہ اور فقر و فاقہ سے نجات کا سبب ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

” مَنْ وَسَّعَ عَلَى نَفْسِهِ وَ أَهْلِهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللَّهُ عَلَيْهِ سَائِرَ سَنَاتِهِ “۔

(الاستذکار لا بن عبد البر المالکی ج: 3: ص: 331 کتاب الصیام)

ترجمہ: جو آدمی اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشوراء کے دن (کھانے پینے میں) وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائیں گے۔

یعنی اس مبارک عمل کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سارے سال رزق میں فراخی اور وسعت کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت جابرؓ، مشہور محدث یحییٰ بن سعیدؓ اور معروف امام و فقیہ سفیان بن عیینہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو اس کو درست اور اسی طرح پایا۔ (ایضاً)

لیکن یہ بات واضح رہے کہ مذکورہ امور جس درجے میں ثابت ہیں ان کو اسی

درجے میں رکھ کر مانا اور عمل جائے افراط و تفریط سے از حد اجتناب کیا جائے۔

ماہ محرم کی بدعات و رسومات:

ماہ محرم برکات کا حامل مہنیہ ہے لیکن بعض لوگ اس کی برکات سے فائدہ حاصل کرنے کی بجائے بدعات و رسومات میں پڑ کر اس کی حقیقی فضیلت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں چند بدعات و رسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ ان سے بچ کر صحیح اعمال اختیار کیا جائیں۔

تعزیہ: تعزیہ کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

”أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ“ (الصافات: 95)

ترجمہ: کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جس کو خود ہی تم نے تراشا اور بنایا ہے۔
ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بناتا ہے پھر منت مانی جاتی ہے اور اس سے مرادیں مانی جاتی ہیں، اسکے سامنے اولاد وغیرہ کی صحت کی دعائیں کی جاتی ہیں اس کو سجدہ کیا جاتا ہے اس کی زیارت کو زیارت امام حسینؑ سمجھا جاتا ہے یہ سب باتیں روح ایمان اور تعلیم اسلام کے اعتبار سے ناجائز ہیں۔

مجالس: ذکر شہادت کے لیے مجالس منعقد کرنا، ان میں ماتم کرنا، نوحہ کرنا و انقض کی مشابہت کرنے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“ (سنن ابی داؤد ج:2 ص:203 باب فی لبس الشہرۃ)

ترجمہ: جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اس قوم میں سے ہے۔

علامہ ابن حجر العسقلانیؒ لکھتے ہیں: ”وَأَيَّاهُ ثُمَّ أَيَّاهُ أَنْ يَشْغَلَهُ بِيَدِ الرَّافِضَةِ مِنْ

التَّائِبِ وَالنَّيَّاحَةِ وَالْحَزْنِ إِذْ لَيْسَ ذَلِكَ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا لَكَانَ يَوْمَ وَقَا

تِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى بِذَلِكَ وَآخَرَى“ (الصواعق المحرقة: ج: 2، ص: 534)

ترجمہ: خبردار (اس محرم کا) روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہونا جیسے مرثیہ خوانی، آہ بکا ہ، اور رنج و الم وغیرہ کیوں کہ یہ مسلمانوں کی شایان شان نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہو سکتا تھا۔

محرم کے مہینہ میں شادی بیاہ نہ کرنا: بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ محرم کے مہینہ خصوصاً محرم کے شروع کے دس دنوں میں شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات وغیرہ کرنا حرام ہے اور اس مہینہ میں خوشی کی تقریبات کرنے میں خیر و برکت نہیں ہوتی اور وہ کام منہوس ہو جاتا ہے اس میں بعض پڑھے لکھے لوگ بھی مبتلاء ہیں۔ یہ سوچ غلط ہے کیونکہ شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ شریعت میں محرم یا کسی دوسرے مہینہ میں نکاح سے منع نہیں کیا گیا اور اس مہینہ میں زیادہ عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نکاح بھی ایک عبادت ہے کیوں کہ نکاح سے اللہ کا قرب اور تقویٰ نصیب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے: ”إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمَلَ نَصْفُ

الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي“۔ (شعب الایمان للبیہقی: ج: 4، ص: 383، رقم الحدیث: 5100)

ترجمہ: جب آدمی شادی کرتا ہے تو اس کا آدھا دین مکمل ہو جاتا ہے تو اس کو چاہئے باقی آدھے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ لہذا اس ماہ میں نکاح کرنا ممنوع نہیں ہے

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نام پر سبیل ادا کرنا: بہت سی چیزیں ایسی ہیں

جن کو لوگ محرم کے دس دنوں میں بڑی پابندی کے ساتھ کرتے ہیں مثلاً حضرت

حسین کے نام پر سبیل لگانا اور کھانا پکا کر کھلانا اس کو کارِ ثواب سمجھا جاتا ہے لیکن اس میں کئی خرابیاں ہیں۔ محرم کے مہینہ کو خاص طور پر پہلے عشرہ میں سبلیں لگانا پانی شربت وغیرہ کو خاص کرنا یہ دین میں زیادتی ہے لوگ اس میں ایک غلط عقیدہ یہ بھی رکھتے ہیں کہ حضرت حسینؑ کربلا میں بھوکے پیاسے شہید ہوئے تھے یہ کھانا اور شربت ان کی پیاس کو بجھائے گا سو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

نوحہ: غم اور مصیبت میں آنسو بہہ جائیں اس پر شریعت میں کوئی منع نہیں۔ لیکن نوحہ کرنا اور ماتم کرنا اور میت کے اوصاف کو بیان کر کے رونا گناہ ہے۔ کیوں کہ نوحہ کرنے، چیخنے، چلانے، کپڑے پھاڑنے اور منہ پر طماچے مارنے وغیرہ جیسے کام شریعت میں منع ہیں اور آج کل جو محرم میں ماتم اور نوحہ کیا جاتا ہے یہ صبر کے بھی خلاف ہے۔ قرآن کریم نے خود صبر کی تلقین کی ہے: ”وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ“ (النحل: 127) ترجمہ: آپ صبر کریں آپ کا صبر کرنا اللہ کے لیے ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ“ (البقرہ: 153)

ترجمہ: اے ایمان والو! نماز اور صبر کے ذریعے اپنے رب سے مدد طلب کرو، اس لئے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

محرم الحرام کے اہم واقعات

1:- ماہ محرم 7ھ میں غزوہ خیبر پیش آیا جس میں مسلمانوں کے مقابلے میں یہود تھے۔

اللہ رب العزت کی مدد و نصرت کے طفیل مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

2:- ماہ محرم 18ھ میں امین الامت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

ہزاروں فرزندان اسلام کے ساتھ جام شہادت نوش فرما کیا۔ آپؐ شام و عراق کے علاقوں میں پرچم اسلام کی سر بلندی کیلئے مصروف عمل تھے۔ انہیں علاقوں میں مہلک وباء ”طاعون“ پھیل گئی۔ جس کے نتیجے میں آپؐ کی شہادت ہوئی۔ آپؐ کی وصیت کے مطابق اردن کے شہر نخل میں آپؐ کی تدفین ہوئی۔

3:- محرم الحرام 18ھ میں گورنر دمشق یزید بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات ہوئی تو امیر المؤمنین سیدنا عمرؓ نے ان کے بھائی حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کو گورنر مقرر فرمایا۔ پھر عہد عثمانی میں امیر المؤمنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی امانت و ذہانت، قابلیت کو دیکھتے ہوئے لبنان، اردن اور قبلہ اول فلسطین کی گورنری بھی آپ کے سپرد کر دی۔

4:- محرم الحرام 21ھ میں فاتح مصر جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتحانہ طور پر مصر میں داخل ہوئے۔ آپؐ کی قابل قدر شان دار فتوحات کی وجہ سے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ ہی کو مصر کا گورنر مقرر فرمادیا۔

5:- یکم محرم الحرام 24ھ کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کی تمام ذمہ داریاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے باہمی مشاورت سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپرد کر دی گئیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق اراکین شوریٰ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :

- (1) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (2) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (3) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (4) حضرت سعد بن ابی وقاص

رضی اللہ تعالیٰ عنہ (5) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (6) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

6:- محرم الحرام 37ھ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین عارضی صلح ہونے پر جنگ صغین ختم ہوئی۔

7:- دس محرم الحرام 61ھ میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کربلا میں اپنا اور اپنے اہل بیت کے خون کا نذرانہ پیش کر کے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے اور جرأت و بہادری کی ایک تاریخ رقم فرما گئے۔

﴿بقیہ نماز اہل السنۃ والجماعت﴾

إِصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ. قُلْتُ وَكَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ؟ قَالَ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلَاةِ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُمْنَى وَقَبَضَ أَصَابِعَهُ كُلَّهَا وَأَشَارَ بِأَصْبَعِهِ الْيُمْنَى إِلَى الْإِبْهَامَةِ وَوَضَعَ كَفَّهُ الْيُسْرَى عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى.

(صحیح مسلم ج 1 ص 216 باب صفۃ الجلوس فی الصلوۃ وکیفیتہ ووضعیہ البدین ، سنن ابی داؤد ج 1 ص 149 باب الاشارة فی التشہد)

ترجمہ: جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے ویسے کیا کرو۔ میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بیٹھتے تھے تو اپنی دائیں ہتھیلی دائیں ران پر رکھتے تھے اور اپنی تمام انگلیاں بند کر کے شہادت والی انگلی سے اشارہ فرماتے تھے اور اپنی بائیں ہتھیلی بائیں ران پر رکھتے تھے۔

تذکرہ اکابر

مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ

مولانا محمد عبد اللہ معتمد حفظہ اللہ

بیوہ کی طرح اجڑے اور مفلوج الحال ہندوستان میں جب انار کی کا دور دورہ تھا، سامراج گردی کے ہاتھوں مسلمانانِ ہند کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے، معاشی بد حالی سے روحانی زوال تک کوئی چارہ ساز نہ تھا، کوئی نہ تھا جو طوفانِ بلا خیز کے سامنے امتِ مسلمہ کی جانب سے کفایت کرتا کہ مالکِ روزِ جزاء نے اپنے دینِ متین کی حفاظت کے لیے ایک شخص کو چنا جسے دنیا ”مفتی کفایت اللہ“ کے نام سے یاد کرتی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمة واسعة

مولد و نسب:

ابو حنیفہ ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی 1292 ہجری کو شاہ جہاں پور محلہ سب زئی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جا ملتا ہے جنہوں نے جزیرہ عرب کے ساحلی خطے یمن سے ہجرت کر کے ہندوستان میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کے والد ماجد شیخ عنایت اللہ نہایت نیک نفس اور صاحبِ تقویٰ آدمی تھے۔ اعلیٰ کردار اور نرم گفتار کی بدولت خاندان اور احباب و اقران میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ ان کی تربیت کا اثر تھا کہ حضرت مفتی صاحب بچپن ہی سے سلیم الطبع اور متبع السنۃ تھے، کھیل کود سے بے رغبت اور تعلیم کی طرف مائل تھے۔ شائد آپ ہی کے لیے یہ کہا گیا کہ:

یہ رنگ جلوت یہ کیف خلوت یہ جامعیت خدا کی قدرت
یہ علم و حکمت، یہ زہد تقویٰ، جمال ایسا کمال ایسا
جہان سارا تو چھان مارا، بتاؤ انصاف سے خدا را
کہیں بھی اے مہر و ماہ دیکھا جمال ایسا کمال ایسا

تعلیم و تربیت:

حضرت مفتی صاحب کی عمر جب پانچ سال ہوئی تو ایک مقامی عالم دین حافظ برکت اللہ صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لیا۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد اردو، فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا نسیم اللہ کے پاس پڑھیں۔ اس کے بعد مولانا اعجاز حسن خان کے مدرسہ اعزازیہ محلہ خلیل شرکی میں داخل ہوئے۔ یہ مدرسہ اپنے قابل اور باصلاحیت اساتذہ کے حوالے سے بہت مشہور تھا۔ حضرت مفتی صاحب کی شخصیت بھی اسی مردم ساز ادارے سے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہوئی۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں حافظ بدھن خان اور مولانا عبیدالحق خان صاحب سے پڑھیں۔ یہ دونوں حضرات نہایت مشفق، جوہر شناس اور اصحابِ فہم و فراست تھے۔ مولانا عبیدالحق خان صاحب کی دور رس نگاہوں نے اس دُرِّ یکتا اور جوہرِ قابل کو پہچان لیا اور اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کیلئے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند بھیجنا چاہا مگر والدین غربت و ناداری اور مسافت کی دوری کی وجہ سے رضامند نہ ہوئے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ فی الحال آپ کو مدرسۃ الغرباء شاہی مسجد مراد آباد بھیج دیا جائے جو دارالعلوم ہی کی ایک شاخ تھی۔

1310 ہجری میں حضرت مفتی صاحب کو اپنے رفیق درس حافظ عبدالمجید سمیت مدرسۃ الغرباء میں داخل کرایا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر 17 سال تھی۔

مراد آباد میں آپ نے دو سال پڑھا۔ ان دو سالوں میں آپ نے اس دور کے نابغہ روزگار ہستیوں کے چشمہ ہائے صافی سے اپنے تشنہ لبوں کو سیراب کیا۔ جن میں مولانا عبدالعلیم میرٹھی صاحب، مولانا محمد حسن صاحب اور مولانا محمد حسن سہسوانی صاحب خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

1312 ہجری میں آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اس وقت دارالعلوم کے صدر مدرس شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی تھے۔ دارالعلوم میں آپ کی تعلیمی مدت تین سال ہے۔ اس دوران آپ نے آسمانِ علم و عمل کے جن درخشاں ستاروں سے نشان منزل پایا ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری اور مولانا عبدالعلیم میرٹھی رحمہم اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

دیوبند اور مراد آباد کے قیام کے دوران کھانے کا انتظام مدرسے کی طرف سے تھا۔ تعلیم کے دیگر اخراجات خود ہی برداشت کرتے تھے۔ آپ کے والد ماجد نہایت مفلس اور نادار تھے اور خطِ غربت سے بھی نیچے خندہ روئی سے گزر بسر کر رہے تھے، اس لئے وہ آپ کے اخراجات کے متحمل نہ تھے۔ آپ دھاگے کی ٹوپی کروشیا سے بٹنتے اور فروخت کرتے تھے۔ دو تین دن میں ایک ٹوپی تیار ہوتی جو دو روپے میں فروخت ہوتی تھی جس سے حضرت اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتے۔

عملی زندگی:

تقریباً 22 سال کی عمر میں حضرت مفتی صاحب نے دارالعلوم سے سند فراغت حاصل کی اور وطن مالوف واپس تشریف لے آئے۔ اس زمانے میں آپ کے اولین مربی و استاذ مولانا عبیدالحق خان صاحب مدرسہ اعزازیہ میں مبتدعین کے غلبہ

سے بیزار ہو کر وہاں سے الگ ہو گئے تھے اور ایک نئے مدرسہ ”عین العلم“ کی بنیاد رکھی تھی۔ حضرت مفتی صاحب کی وطن واپسی پر مولانا عبید الحق خان صاحب کے حکم پر ان نے مدرسہ ”عین العلم“ میں تدریس شروع کی۔ 5 سال تک مدرسہ ”عین العلم“ کے متعلمین کو علم و حکمت سے سیراب کرتے رہے۔

اس دور میں انگریزی نبوت کے خود کاشتہ دجال قادیان کا فتنہ نہایت عروج پر تھا۔ اس کی تردید میں آپ نے ”البرہان“ کے نام سے ایک رسالے کا اجراء کیا جس میں ردِ مرزائیت پر نہایت عمدہ، ادبی، تحقیقی مضامین چھپتے تھے۔ 1321 ہجری میں آپ کے مشفق استاد و مربی مولانا عبید الحق خان صاحب کی وفات ہو گئی تو آپ نے جامعہ عین العلم سے استعفیٰ دے دیا اور جامعہ امینیہ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ مسندِ حدیث و افتاء پر جلوہ افروز ہوئے۔ رمضان المبارک 1338 ہجری میں جامعہ امینیہ کے مہتمم مولانا امین الدین صاحب کا انتقال ہو گیا تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے مدرسہ کا انتظام و اہتمام آپ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت سے لے کر تادمِ حیات آپ مدرسہ امینیہ کے مہتمم اور صدر مفتی بلکہ ہندوپاک کے مفتی اعظم رہے۔

طرزِ تدریس:

طرزِ تدریس اور طریقہ تعلیم میں حضرت مفتی صاحب اپنے استاد حضرت شیخ الہند کے نقش قدم پر چلے تھے۔ آپ کی تقریر انتہائی مختصر اور جامع ہوتی۔ مسلک حنفی کی توثیق پر دلائل اس حسن و خوبی سے پیش کرتے کہ مستفیدین یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ مسلک احناف اس قدر قرآن و سنت کے موافق و مطابق ہے۔ تو دنیا ان کو قیاسی کیوں کہتی ہے؟

[جاری ہے]

تعارف کتب فقہ حصہ سوم

فتاویٰ عالمگیری

مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ

ترتیب دینے کا طریق کار:

مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق ہزاروں مسائل کا مجموعہ نہایت احتیاط اور کڑی نگرانی میں تیار ہوا۔ اس کی جامعیت اور حسن معیار کو چار چاند لگانے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اور ضعف و نقص سے تحفظ کے لیے سخت احتیاطی تدابیر اختیار کی گئیں۔ بہت منظم انداز سے مسائل کو یکجا کرتے ہوئے قابل ستائش طریق عمل میں لایا گیا۔ سہولت کے پیش نظر علماء کرام کی مختلف جماعتیں بنا کر کتاب کے مضامین و مباحث کو ان میں تقسیم کر دیا گیا، جس کی وجہ سے ہر جماعت نہایت جانفشانی سے اپنے متعلقہ حصہ کی ترتیب میں کوشاں رہتی۔ ہر جماعت کا ایک صدر ہوتا اور ان تمام جماعتوں کے نگران اعلیٰ شیخ نظام الدین رحمہ اللہ تھے جو فتاویٰ کی تیاری سے متعلق پیدا ہونے والے مسائل و حالات براہ راست سلطان عالمگیر کے سامنے پیش کرتے۔

عالمگیر کا علمی ذوق اور فتاویٰ سے دلچسپی:

فتاویٰ کی تالیف میں عالمگیر نے بذات خود بے پناہ دلچسپی لی ہے اور عملی طور پر اس کام کی تیاری میں غیر معمولی شغف اور انہماک دکھایا ہے۔ عالمگیر کی علم دوستی اور تدوین فتاویٰ سے خاص لگاؤ کی ایک جھلک تو ممتاز اور مستند علماء و فقہاء کرام کی تقرری اور ان کی مادی ضروریات کی تکمیل کے لیے بے بہا خزانہ لوٹانے سے دکھائی

دیتی ہے مگر ان سب سے بڑھ کر جو بات اس کی علم دوستی کا پتہ دیتی ہے وہ یہ کہ بادشاہ وقت بلاناغہ ایک وقت مقررہ پر فتاویٰ مرتب کرنے والے علماء کے بورڈ کے صدر شیخ نظام الدین کو بلا کر نہایت باریک بینی اور تنقیدی نظر سے تین یا چار کا صفحات مطالعہ کرتا اور شیخ نظام الدین کو غلطیوں اور لغزشوں پر متوجہ کیا کرتا۔ اس قسم کا ایک واقعہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے والد شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ملا نظام الدین روزانہ دربار شاہی میں حاضر خدمت ہو کر عالمگیر کو فتاویٰ کے چند صفحات سنایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے عجلت میں حاشیہ کے نوٹ اور اصل متن کو ملا دیا جس سے تمام کا تمام مطلب خلط ملط ہو کر رہ گیا۔ عالمگیر نے فوراً مداخلت کی اور شیخ نظام سے اس کا مطلب دریافت کیا۔ شیخ نظام دم بخود رہ گئے، اپنی غلطی کو کوتاہی پر معذرت چاہی اور اگلے دن صحیح مطلب بیان کرنے کی اجازت دیئے جانے کی درخواست کی۔ یہ واقعہ اس پر شاہد ہے کہ خود بادشاہ وقت کا اس کام میں بہت بڑا ہاتھ تھا۔ عالمگیر چونکہ بذات خود عالم دین اور مسائل فقہیہ پر نہایت گہری نظر رکھتے تھے اس لیے علماء کرام کو ان کے زیر نگرانی اپنے علمی جوہر دکھانے کا خوب موقع ملا اور یہی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت فتاویٰ عالمگیری کی ہے کہ انسان کے دائرہ اختیار میں جہاں تک غلطیوں اور کوتاہیوں پر قابو پانے کی کوشش کی جاسکتی ہے وہ اس کی ترتیب کے سلسلے میں کی گئی۔

فتاویٰ کی تدوین میں شریک علماء وفقہاء:

درست بات یہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی تدوین و ترتیب میں شریک علماء کرام کی صحیح تعداد کا آج تک کسی کو پتہ نہیں چل سکا، مختلف اصحاب تحقیق نے اس موضوع پر لکھا

ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جس کو جس عالم کے متعلق علم ہو اس کا تذکرہ کر دیا، حتیٰ تعداد کی صراحت کسی نے نہیں کی۔ بعض حضرات نے تلاشِ بسیار کے بعد اٹھائیں اہل علم کے حالات کو یکجا کیا ہے جو فتاویٰ عالمگیری کی تدوین میں شامل تھے۔ شیخ نظام الدین چونکہ اس کام کے نگران اعلیٰ تھے اس لیے ذیل میں ان کا مختصر تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

شیخ نظام الدین برہان پوری:

آپ کی پیدائش وسط ہند کے شہر برہان پور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے زمانہ کے مشہور قاضی نصیر الدین برہان پوری سے حاصل کی۔ شیخ اپنی ذہانت اور علمی صلاحیتوں کی بناء پر مشہور تھے۔ اس وجہ سے شاہ عالمگیر ان کا احترام کرتا تھا۔ اور نگ زیب رحمہ اللہ کے نزدیک شیخ نظام الدین اس قدر بلند علمی مرتبہ رکھتے تھے کہ وہ ان سے ہفتہ میں تین دن امام غزالی کی معروف تصنیف احیاء علوم الدین، فقہ حنفی کی مایہ ناز تالیف فتاویٰ عالمگیری اور دیگر بعض کتب سلوک کا مذاکرہ کیا کرتے۔ نزہۃ الخواطر میں شیخ نظام الدین سے متعلق جو کچھ مرقوم ہے اس کا حاصل یہ ہے: شیخ، عالم، فقیہ نظام الدین برہان پوری اکابر فقہائے حنفیہ اور ان کے مشہور علماء میں سے تھے۔ ان کا شمار ان بزرگوں میں ہوتا ہے جو علوم میں مکمل رسوخ رکھتے تھے اور جنہوں نے تحریر مسائل، نقل احکام اور محاسن فتویٰ نویسی میں خاص طور پر محنت کی۔ ان کو قاضی نصیر الدین برہان پوری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ جب عالمگیر اپنے والد شاہجہان کی طرف بلادِ دکن میں والی کی حیثیت سے متعین تھا، تو اس نے شیخ نظام کو اپنے ساتھ وابستہ کر کے اپنے خاص مشیروں میں شامل کر لیا تھا۔ (نزہۃ الخواطر: ج 5 ص 454)

نبوت کے مقاصد

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

4- اکتوبر 2012ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوری سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں نبوت کے مقاصد پر مدلل اور دلنشین گفتگو فرمائی۔ افادۂ عام کے لیے اس بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

قال الله تعالى: رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

البقرة: 129

[اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول بھیجے، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے۔ بے شک آپ غالب اور حکمت والے ہے۔]

اللہ رب العزت نے جنات اور انسانوں کی ہدایت کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا، اس کا ظہور حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام پہلے شخص ہیں جنہوں نے کرہ ارض پر اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ آدم علیہ السلام کے بعد انبیاء کا سلسلہ چلتا رہا اور کچھ انبیاء کے بعد حضرت نوح علیہ السلام وہ نبی ہیں کہ جب لوگوں نے ان کی بات کو نہیں مانا تو اللہ رب العزت نے کرہ ارض کے تمام انسانوں کو ختم کیا سوائے ان کے جنہوں نے نوح علیہ السلام کی بات مانی۔ اس لیے اگر یہ بات کہی جائے تو بے جا نہیں کہ قیامت تک آنے والی نسل

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے۔

جس طرح ہمارے سب سے پہلے والد کا نام حضرت آدم علیہ السلام ہے تو کچھ وقفے کے بعد والد کا نام حضرت نوح علیہ السلام ہے۔ نوح علیہ السلام نے نبوت کا اظہار فرمایا پھر یہ سلسلہ نبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام تک چلتا رہا۔ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے؛ ایک کا نام اسحاق، ایک کا نام اسماعیل۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں سے 4000 انبیاء تشریف لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے صرف ایک نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔

بیت اللہ کی تعمیر:

جب کعبہ کی دیواروں کو کھڑا کیا جا رہا تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ سے دعا مانگی۔ کعبہ کی بنیاد تو آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حوادث زمانہ کی وجہ سے کعبہ نظر نہیں آتا تھا، بنیاد آدم علیہ السلام نے رکھی ہے اس بنیاد پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے دیواریں کھڑی کی ہیں۔ حکیم الامت حضرت تھانوی ”وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ“ [البقرة: 127] کا معنی ”بنیادیں“ نہیں کرتے بلکہ ”دیواریں“ کرتے ہیں، حالانکہ قواعد ”قاعدہ“ کی جمع ہے اور قاعدہ بمعنی ”بنیاد“ ہے، لیکن حضرت کا ذوق دیکھیں!! اور خود فرماتے ہیں کہ ”دیواریں“ ترجمہ کرنے پر دلیل ”يَرْفَعُ“ ہے۔ کیونکہ ”يَرْفَعُ“ کا معنی ہے ”اٹھانا“ اور اٹھائی دیواریں جاتی ہیں بنیاد تو نہیں اٹھائی جاتی۔

پھر قرآن نے طرز عجیب اختیار فرمایا: ”وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ“ دونوں ناموں کے درمیان تین لفظوں کا فاصلہ لا کے اس کی

طرف اشارہ ہے کہ اصل دیواریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑی کی ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے معاون ہیں۔ اللہ کا احسان دیکھیں ابراہیم علیہ السلام نے دیوار کھڑی کرنی ہے اور سیڑھی پاس موجود نہیں ہے تو اللہ نے سیڑھی کا انتظام کیا۔ ایک پتھر جنت سے آیا ہے، ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہوتے ہیں، پتھر اوپر چلا جاتا، اوپر اینٹ رکھتے ہیں، پتھر پھر ان کو نیچے لے آتا ہے تو اللہ نے سیڑھی کا کام ایک پتھر سے لیا ہے۔ اس پتھر کا نام ہے ”مقام ابراہیم“ اور آج بھی وہ بیت اللہ کے مطاف میں موجود ہے اور آج بھی اس پتھر پر ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نشان موجود ہیں۔ پتھر پہ تو کبھی پاؤں کے نشان نہیں بنتے لیکن معجزہ در معجزہ ہے کہ ایک پتھر دیا اور پتھر کے اوپر ایک پاؤں کے نشان بن گئے۔

دعائے حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام دونوں نے جب کعبہ کی تعمیر کی ہے اس وقت اللہ سے دعا کی ہے:

”رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ“ [البقرة: 129]

اے اللہ! ہم نے کعبہ کھڑا کر دیا ہے، تیرے فرمان پر ہم نے علاقہ چھوڑ دیا، یہاں پر آگئے تیرے حکم پر ہم نے تیرا گھر بنا دیا ہے، بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے جو حکم دیا تھا: ”وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ“ [الحج: 27]

اے ابراہیم! آپ یہاں پہ کھڑے ہوں اور اعلان کر دیں، اعلان کرنا آپ کا کام ہے اور دور دراز سے حاجیوں کو خانہ کعبہ تک پہنچانا میرا کام ہے۔ روایت میں ہے کہ

جس پتھر پہ کھڑے ہو کر آواز لگائی تھی اس پتھر کا نام بھی ”مقام ابراہیم“ ہے۔

[مشارك الانوار للقاضي عياض: ج 1 ص 393]

جنہوں نے ”لبیک اللہم لبیک“ کہہ دیا تھا وہ دھڑا دھڑا آج حج کے لیے

وہاں پر خانہ کعبہ پہنچ رہے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حج بیت اللہ کے چند آداب:

وہاں حج پر لوگ جاتے ہیں لیکن بغیر اصلاح کے جاتے ہیں۔ میری بات کا برا محسوس نہ فرمانا میں نے خانہ کعبہ میں ایسے مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ آپ یقین فرمائیں، کیونکہ شیخ سے تعلق نہیں ہے، تزکیہ نہیں ہے، خانقاہوں سے جوڑ نہیں ہے، گناہوں سے توبہ کی توفیق نہیں ملی تو پھر وہاں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے دوران موبائل میں تصویریں بن رہی ہیں !!!، بتاؤ! بیت اللہ میں کھڑے ہیں اور اپنی بیوی کی تصویر بنارہے ہیں، بیت اللہ میں کھڑے ہیں اور گروپ فوٹو بن رہے ہیں، کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کے بھی انسان گناہوں کے اندر مبتلا ہے۔

تو میں سمجھایہ رہا تھا کہ آپ کعبہ پر جائیں۔ لیکن جانے سے پہلے دل کا تزکیہ ضروری ہے۔ خدا کی قسم دل کو صاف نہیں کرو گے تو جاتے وقت جہاز میں ایئر ہو سٹس کو دیکھو گے، میں جھوٹ نہیں بولتا، میں نے ایک گروپ کے ساتھ عمرہ کیا، ہمارا چیمبر آف کامرس لاہور کا وفد تھا، پہلے یمن گئے، پھر جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ گئے، عمرہ کر کے جب واپس آئے تو زم زم ٹاور میں سب سے قیمتی ہوٹل ہیں، وہاں آئے اور آتے ہی ایک صاحب نے ٹی وی آن کیا، انڈین فلم دیکھ رہے ہیں۔ کہاں؟ مکہ مکرمہ میں اور آئے کدھر سے؟ حرم سے۔ ایسا کیوں ہوا؟ کہ دل کا تزکیہ نہیں تھا۔ بتاؤ! یہ حج اور عمرہ

انسان کو کیا فائدہ دے گا؟ اللہ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو میں کہہ رہا تھا کہ ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام نے اللہ سے دعا مانگی ہے، دعا کب مانگی؟ جب بیت اللہ کی دیواریں کھڑی کر رہے تھے اور ساتھ اللہ سے دعا بھی مانگ رہے تھے۔ اس سے یہ بات سمجھ آئی کہ جب اللہ کسی دینی کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے تو اس وقت ساتھ ساتھ اللہ سے قبولیت کے لیے دعائیں بھی کرنی چاہئیں۔

”اللہ! ہم نے کعبہ بنا دیا ہے، اب تجھ سے دعا مانگتے ہیں: یہاں ایک ایسا بندہ پیدا فرما دے جو اس کعبہ کی آبادی کا سبب بن جائے۔“

پھر اللہ نے کس کو پیدا فرمایا؟ اسماعیل کی نسل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا۔ اب دیکھو پوری دنیا کا دل دھڑکتا ہے اس کعبہ کے ساتھ۔

قبلہ کی حقیقت:

اچھی طرح بات سمجھنا ہمارا قبلہ اس کمرے کا نام نہیں ہے بلکہ اس جگہ کا نام ہے جہاں کعبہ کا کمرہ تعمیر ہے، علامہ شامی نے فتاویٰ شامیہ میں لکھا ہے:

لَوْ ذَهَبَتِ الْكَعْبَةُ لِيَارَاقَةَ بَعْضِ الْأَوْلِيَاءِ فَالصَّلَاةُ إِلَى هَوَائِهَا

رد المختار: ج 5، ص 252، فصل في ثبوت النسب

اگر کعبہ کسی ولی کی کرامت سے مکہ سے چلے اور ولی کے پاس پہنچ جائے تو ہمارا قبلہ پھر بھی تبدیل نہیں ہوگا بلکہ اس جہت کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں گے جہاں کعبہ تعمیر ہے۔ تو ہم خانہ کعبہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ کعبہ کے خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ کمرہ وہاں پہ بطور نشانی کے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک ہندو نے ایک مولانا صاحب سے سوال کیا، اس نے کہا: مولانا صاحب! یہ عجیب بات ہے کہ جب ہم ہندو لوگ ایک چھوٹے سے پتھر کی پوجا کریں تو تم ہمیں ”مشرک“ کہتے ہو اور تم اتنا بڑا پتھر کا کمرہ پوجتے ہو اور تم کو کوئی مشرک نہیں کہتا، ہم بھی پتھر کو پوجتے ہیں تم بھی پتھر کو پوجتے ہو تو دونوں مشرک ہوئے، ہم میں اور تم میں کیا فرق ہے؟ مولانا نے برجستہ جواب دیا:

کافر ہے جو سجدہ کرے بت خانہ سمجھ کر

سر رکھ دیا ہم نے در جاناناں سمجھ کر

”جاناناں“ کہتے ہیں محبوب کو جس پر آدمی جان فدا کرتا ہو یعنی ہم نے بت خانہ سمجھ کر سجدہ نہیں کیا، ہم نے محبوب کا در سمجھ کے سجدہ کیا ہے۔

دعا کا ثمرہ:

میں عرض کر رہا تھا کہ سیدنا ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام نے دعا مانگی، اللہ نے ان کی نسل میں سے نبی دیئے جن کا نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق چونکہ بہت گہرا ہے۔ اس لیے جو سنتیں اور طریقے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چل رہے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے اکثر کو باقی رکھا۔ ناخن تراشنا، بغل کے بال صاف کرنا، جسم کے بال صاف کرنا، مسواک کرنا یہ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے ہیں۔ یہ طریقے جو ابراہیم علیہ السلام نے دیے تھے ان میں سے ایک طریقہ قربانی کا بھی ہے۔

امت اور ملت میں فرق:

یہاں ایک چھوٹا سا نکتہ ذہن میں رکھیں۔ ہم ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہیں

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ امت اور ملت میں کیا فرق ہے؟ اصولوں کے اشتراک سے ملت بنتی ہے اور اصول و فروع کے اشتراک سے امت بنتی ہے۔ جن کے اصول ایک ہوں انہیں ”ملت“ کہتے ہیں اور جن کے اصول و فروع ایک ہوں انہیں ”امت“ کہتے ہیں۔ تو اصول میں ہم ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہیں، لیکن فروع اور پوری شریعت میں ان کے پابند نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پابند ہیں۔ تو ”ملت“ ہم ابراہیم علیہ السلام کی ہیں اور ”امت“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں۔

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ سے جو دعائیں مانگیں ہیں ان میں سے ایک دعا کا تذکرہ کر کے تھوڑی سی بات عرض کرنی ہے۔ دعا کیا مانگی؟

”رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ“ اے اللہ! یہ مکہ آباد ہو گا تو ان کی نسل میں ایک رسول بھیج، رسول ایسا ہو ”يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ“ جو تیرے قرآن کی تلاوت کرے ”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ“ پھر ان کو قرآن کا ترجمہ اور تفسیر سمجھائے ”وَالْحِكْمَةَ“ ان کو حکمت سمجھائے ”وَيُزَيِّدْهُمْ“ ان کے دلوں کو پاک کرے ”إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ“ اللہ تو عزیز اور حکیم ہے، یہ ہماری آپ سے دعا ہے۔ اللہ نے ان کی دعا قبول کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہیں۔

مقصدِ نبوت؛ چار کام:

تو کام کتنے مانگے؟ (1) قرآن کی تلاوت کرنا (2) قرآن کو سمجھنا (3) حکمت سمجھنا (4) دلوں کو پاک کرنا۔ یہ چار کام اس نبی نے کرنے ہیں اور نبی والے یہی چاروں کام اللہ نے اس امت کے ذمہ لگائے ہیں۔ ”يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ“ تلاوت قرآن، یہ کام دنیا بھر کے قراء کر رہے ہیں، ”وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ“ اور ”وَالْحِكْمَةَ“ یہ

ہمارے علماء کے ذمے ہے۔ قرآن کی تفسیر و تشریح علماء کے ذمے ہے، پروفیسروں، ڈاکٹروں کے ذمے نہیں ہے، نہ یہ کام ان کے ذمے ہے نہ ان کے دروس سن کے اپنا ایمان برباد کریں۔

صحیح بخاری میں ہے: اسْتَقْرَئُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَبَدَأَ بِهِ وَسَلِّمَ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ [رقم الحدیث: 3758]

[چار آدمیوں سے قرآن سیکھو! عبد اللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابو حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل] مطلب یہ ہے کہ یہ اسپیشلسٹ ہیں ان سے پڑھنا۔ ہاں پروفیسر عالم ہو تو اور بات ہے، اگر عالم نہیں تو اس کو کوئی حق نہیں کہ قرآن کی شرح کرے۔ ”وَيُزَيِّجُهُمْ“ تزکیہ والا کام خانقاہوں والا ہے۔ تو تلاوت کا کام قراء کرتے ہیں، تعلیم کتاب اور حکمت کا کام علماء کرتے ہیں اور تزکیہ والا کام خانقاہ والے کرتے ہیں۔

تحدیث بالنعمة:

میں تحدیث بالنعمة کے طور پر کہتا ہوں کہ وہ مراکز کتنے اچھے ہوں گے جہاں پر قاری تلاوت والا بھی ہو، تفسیر والے علماء بھی ہوں اور تزکیہ والے شیخ اور مرشد بھی ہوں۔ جیسے ایک سپر جنرل سٹور ہوتا ہے جہاں ساری کی ساری اشیاء ملتی ہیں۔ میں کہتا ہوں اللہ نے اس مرکز [اہل السنۃ والجماعۃ] میں بحمد اللہ ساری نعمتیں عطا فرمادی ہیں۔ آپ قرآن پڑھنا چاہیں پڑھانے والے موجود ہیں، تفسیر پڑھنا چاہیں پڑھانے والے موجود ہیں، اللہ اللہ کرنا چاہیں تو خانقاہ کھلی پڑی ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں جائیں گے تو آپ اس مرکز کے اثرات محسوس کریں گے ان شاء اللہ۔ میں بحرین کے دورے پر تھا، مجھے اتنا تعجب ہوا کہ وہاں بنگلہ دیش کے، برما کے، پاکستان کے، دیگر ملکوں کے علماء

آ رہے ہیں۔ مولانا! آپ کے بیانات سنے ہیں، استفادہ کے لیے آسکتے ہیں؟ میری سی ڈیز بہت تقسیم ہوئیں مولانا طارق جمیل صاحب کے دفاع میں، فضائل اعمال کے دفاع میں، آپ یقین فرمائیں مجھے ایک پولیس ملازم نے کہا: مولانا بحرین میں پہلی بار جب توصیف الرحمن غیر مقلد آیا تھا تو اس کے مجمعے دیکھنے والے تھے اور جب آپ کی سی ڈیز تقسیم کی گئیں تو آئندہ وہی توصیف الرحمن تھا اور اس کی تقریر سننے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے کہا: ہم سے پوچھیں اس دو گھنٹے کی سی ڈیز میں کیا کمال ہے؟ پاکستان والوں کے ہاں تو اس کی قدر نہیں ہے، ہم سے پوچھو! خیر میں بات کہہ رہا تھا کہ چار کام ہیں اور نبی نے چاروں کام کیے اور ہر میدان میں شاہ سوار پیدا کیے۔

پہلا کام: تلاوت قرآن

اس کا مطلب ہے کہ مخارج کے ساتھ اور عربی لہجے کے ساتھ تلاوت کی جائے۔

دوسرا کام: تعلیم قرآن

اس سے مراد قرآن کا معنی اور تفسیر ہے، جو علماء کے ذمے ہے نہ کہ ڈاکٹروں اور پروفیسروں کے ذمے۔ ان کے درس میں نہ شرکت کیا کرو، نہ سنا کرو، اس شرکت نہ کرنے پر تمہیں گناہ نہیں ملے گا۔

تیسرا کام: تعلیم حکمت

اس پر چھوٹی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ علامہ آلوسی مفتی بغداد رحمہ اللہ نے حکمت کے پانچ معنی بیان فرمائے اور یہ وہ شخص ہیں جن کے پاس مطالعہ کے لیے چراغ نہیں ہوتا تھا۔ خود فرماتے ہیں: كُنْتُ أَطَالِعُ الْكُتُبَ فِي ضَوْءِ الْقَمَرِ۔ [میں چاند کی

روشنی میں کتب کا مطالعہ کرتا تھا] پھر جب روح المعانی لکھ کے بادشاہ کو پیش کی تب پتہ چلا کہ بغداد میں کتنا بڑا عالم اور مفتی رہتا ہے۔ تو وہ فرماتے ہیں حکمت کے پانچ معنی ہیں:

حکمت کے معانی:

معنی نمبر 1: حَقَائِقُ الْكِتَابِ وَدَقَائِقُهُ۔۔۔ یعنی ایسا نبی عطا فرما جو ان کو دین کی باریکیاں سمجھائے۔ میں ایک بات کہتا ہوں: عقل کے چار درجے ہیں۔ ایک درجہ نابالغ کا، ایک درجہ بالغ کا، ایک درجہ عالم کا اور ایک درجہ نبی کا۔ نابالغ کی عقل نہ حکم سمجھتی نہ حکمت سمجھتی ہے، بالغ حکم سمجھتا ہے حکمت نہیں سمجھتا، اس لیے یہ حکم کا پابند ہے۔ لوگوں کو حکمتیں نہ بتایا کرو آتی ہوں تب بھی نہ بتایا کرو ورنہ ہر مسئلہ پر حکمتیں پوچھیں گے، جب نہیں بتاؤ گے تو پھر بے دین ہو جائیں گے۔ کیونکہ عام آدمی حکم سمجھتا ہے حکمت نہیں سمجھتا۔ اس کے بعد عقل ہے عالم کی جو حکم بھی سمجھتا ہے حکمت بھی سمجھتا ہے لیکن حکمت وحی سے نہیں سمجھتا بلکہ اجتہاد سے سمجھتا ہے جس میں خطا بھی ہو سکتی ہے اور نبی حکم بھی سمجھتا ہے اور حکمت بھی سمجھتا ہے اور وحی کے ساتھ سمجھتا ہے جو یقین کے درجہ میں ہوتی ہے۔

حکمت ہر آدمی نہیں جانتا۔ حکمتوں کو بیان کیا ہے امام غزالی نے، پھر شاہ ولی اللہ دہلوی نے پھر قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتوی رحمہم اللہ نے۔ ان شخصوں پر حکمتیں ختم ہیں۔

معنی نمبر 2: الْفَهْمُ فِي الدِّينِ۔۔۔ دین میں سمجھ۔ اللہ دین میں سمجھ عطا فرمائے۔ میں ایک بات کہتا ہوں طلباء کو اور مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے کہ میں جو بھی جملہ کہتا ہوں آپ کو میرا ہر جملہ اپنے کسی نہ کسی اکابر کی کتاب میں مل جائے گا۔ ایک ساتھی مجھے کہنے لگا

آپ کہتے ہیں اجماع ”معصوم“ ہے، یہ کہاں لکھا ہے؟ ابھی جب تفسیر عثمانی دیکھ رہا تھا تو اس میں حضرت عثمانی رحمہ اللہ نے ”وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ“ کے تحت محکم کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک محکم ہے، ایک متشابہ ہے۔ محکم وہ ہوتا ہے جس کا معنی نصوص مستفیضہ سے واضح ہو یا اس کا معنی ”اجماع معصوم“ واضح کر دے۔ میں نے کہا اجماع کو معصوم علامہ عثمانی نے لکھا ہے۔

میں نے تخصص کے طلباء کو کہا تھا ہمارے ہاں دو شرطیں ہیں۔ نمبر ایک: مولوی ہو، نمبر دو: بے وقوف نہ ہو۔ میں سوچ رہا تھا یہ کہاں سے ملے گا؟ آج میں اپنے شیخ حضرت حکیم صاحب کا وعظ پڑھ رہا تھا، حضرت نے فرمایا: حکمت کا ایک معنی ہے: ”دین میں سمجھ“، تو اگر یہ مولوی بے وقوف ہو گا تو بلاوجہ طاقت کا استعمال کرے گا۔ اس لیے سمجھ کا ہونا ضروری ہے۔ یہ علم اکابرین کی جو تیاں اٹھانے سے ملا ہے۔ جب آدمی ان مراحل سے گزرتا ہے پھر سمجھ آتی ہے۔

ایک واقعہ شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمہ اللہ کا حضرت حکیم صاحب دامت برکاتہم نے نقل فرمایا ہے کہ ایک بندہ مرید ہو گیا اور تھا بریلوی، آکے مسئلہ پوچھا: جی! میں درود لکھی پڑھتا تھا، درود تاج پڑھتا تھا، اب پڑھوں کہ نہ پڑھوں؟ اب اگر حضرت فرماتے کہ نہ پڑھو، بدعت ہے، تو دوڑ جاتا، تو حضرت نے یہ نہیں فرمایا، اب دین میں سمجھ دیکھو، فرمایا: ایک درود وہ ہے جو علماء نے بنایا اور ایک وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، بتاؤ کونسا افضل ہے؟ اس نے کہا: حضور والا۔ فرمایا: یہ مولویوں نے لکھا ہے جو میں بتاتا ہوں وہ حضور نے بتایا ہے، اب بتا کون سا پڑھے گا؟ اس نے کہا: حضور والا۔ اب دیکھو بدعت سے بچا کے سنت پر لگا دیا اسے کہتے ہیں ”أَلْفَهُمْ فِي“

الدِّینِ۔

معنی نمبر 3: طَرِيقُ السُّنَّةِ --- سنت کا راستہ۔ اللہ ہمیں سنت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

معنی نمبر 4: وَضَعَ الشَّيْءُ فِي مَحَلِّهِ --- کسی بھی چیز کو اپنی جگہ پر رکھنا، جو عضو اللہ نے جس مقصد کے لیے پیدا فرمایا اس کے لیے استعمال کرنا۔ بس حکمت کا معنی یہ ہے کہ ہر چیز کو جس مقصد کے لیے ہے اسی کے لیے استعمال کرنا۔

معنی نمبر 5: مَا تَكْمَلُ بِهَا النَّفْسُ مِنَ الْمَعَانِي وَالْأَحْكَامِ --- جس کے ذریعے نفس کی تکمیل ہو۔

چوتھا کام: تزکیہ نفوس

کہ انھیں شرک، معاصی، شکوک و شبہات جیسے امراض سے بچائے اور توحید، نیکی اور اطمینان جیسے اعمال و اطوار سے مزین کرے۔ اللہ ہم سب کا تزکیہ فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وآخر دعوانا عن الحمد لله رب العلمین

انا لله و انا اليه راجعون

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبد الحفیظ کی دامت برکاتہم امیر انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے چچا ملک عبد الغنی وفات پا گئے ہیں۔ مدیر اعلیٰ اور ان کی ٹیم دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پنجہ آفتاب کا سفر پنجاب

مولانا محمد عبداللہ معتمد

متکلم اسلام، سفیر احناف حضرت مولانا محمد الیاس گھمن دامت فیوضہم نے پنجاب کے مختلف علاقوں کا مختصر تبلیغی دورہ کیا۔

اس دعوت ایمان و اتقان کا آغاز درس قرآن سے ہوا جو 11 اکتوبر کو فیصل آباد میں ہوتا ہے۔ موقع کی مناسبت سے درس کا عنوان ”فضائل و مسائل قربانی“ تھا، اہل علم اور عوام کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ رات قیام استاد جی کی تیسری اہلیہ کے گھر فیصل آباد تھا۔

12 اکتوبر کو ہم لاہور عازم سفر ہوئے وہاں حضرت الاستاذ انوار القرآن مرکزی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی خطبہ جمعہ میں تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے حضرت استاذ محترم نے مفصل گفتگو فرمائی۔ بعد از جمعہ لاہور بیدیاں کے مقام پر واقع مسجد بلال کی افتتاحی تقریب میں شرکت فرمائی۔ استاد جی نے کلمات تبریک ارشاد فرمائے اور مسجد کی تعمیر و ترقی کے لیے دعا فرمائی۔ رات بعد از نماز عشاء حسب سابق جامعہ حقانیہ میں درس قرآن رہا۔

13۔ اکتوبر صبح 9 بجے جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث کے طلباء سے حضرت نے بیان فرمایا اور امت کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے علماء کرام کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔ ظہر کی نماز کی بعد تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے امام مولانا جمیل صاحب سے حضرت استاذ محترم نے ملاقات کی۔ مولانا جمیل صاحب نے امت

کے ایمان و اعمال کو بچانے کے حوالے سے حضرت کی مساعی کو سراہا اور اسے دور حاضر کی ایک اہم ضرورت قرار دیا۔ رات حضرت جی کا اوکاڑہ بیان طے تھا، وہاں پر مفتی رشید احمد صاحب کی زیر نگرانی منعقد ایک عظیم الشان کانفرنس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا۔ دوران بیان سٹیج پر اکابر علماء بیٹھے ہوئے تھے جنہوں نے حضرت الاستاذ کی تائید و تصویب فرمائی۔ رات قیام جامعہ اشرفیہ اوکاڑہ میں رہا۔

14 اکتوبر کو حضرت الاستاذ بورے والا ضلع وہاڑی میں جلوہ افروز ہوئے۔ راستے میں جو مدارس تھے یا حضرت کے متوسلین و متعلقین تھے ان سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ بعد از ظہر قاری طیب حنفی صاحب دامت برکاتہم کی زیر نگرانی جامعہ حنفیہ بورے والا میں منعقد کانفرنس میں ”کلمہ طیبہ کا معنی و مفہوم“ کے عنوان سے حضرت الاستاذ نے وکیلانہ طرز پر گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد مدرسہ میں مختصر قیام فرمایا رات کو 67 شہیداں والا ضلع پاکپتن میں ”عقیدے کا تحفظ“ کے عنوان سے حضرت الاستاذ کا بیان ہوا۔ بیان کے بعد سرگودھا کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ اگلے دن حضرت الاستاذ کی عدالت میں پیشی تھی۔ اس موقع پر مجھے اندازہ ہوا کہ اللہ نے حضرت الاستاذ کو کس قدر دردِ دل اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو بچانے کا احساس عنایت فرمایا ہے۔ حفظ مراتب اور پاس وضع سے قطع نظر، دنیاوی مفاد سے صرفِ نظر کر کے سعی و کوشش فرما رہے ہیں۔ صبح عدالت نے آڈر جاری کر دیا کہ تاریخ 20۔ اکتوبر تک موخر ہے۔ چار گھنٹے سفر، ناگفتہ بہ تھکاوٹ، ایک ایک دن میں چار چار جلسے اور ان سب پر مستزاد عدالتی فیصلہ ”تاریخ موخر ہے“۔۔۔۔۔ کتنا بڑا سینہ چاہیے ان چیزوں کو

برداشت کرنے کے لیے!

ہم جیسے خوشہ چیں حیرن ہوتے ہیں ان نکتہ چینوں پر جو آرام دہ کمروں میں بیٹھ کر ان علماء کو ہدفِ تنقید بناتے ہیں جن کی سفر کی مشکلات سے ہی پتہ پانی ہو جاتا ہے لیکن میں حضرت کے چہرے کو دیکھتا ہوں کہ یہ سب چیزیں کسی قدر حوصلے سے برداشت کر رہے ہیں۔ چہرے پر پھیلی حسین مسکراہٹ ختم نہیں ہوتی۔

15۔ اکتوبر کو میاں چنوں ضلع خانیوال کا سفر تھا، ظہر کو ہم سرگودھا سے چل پڑے راستے میں چند علماء کرام سے مسلکی حوالے سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مغرب تک ہم وہاں پہنچ گئے، رات 8 بجے بیان شروع ہوا جو تقریباً 2 گھنٹے تک چلتا رہا۔ حضرت الاستاذ نے ”انجمن اور فقیہ“ کے عنوان پر مفصل گفتگو فرمائی۔ شرکاء بیان کے اشکالات کے جوابات دیئے اور وہ لوگ جو غیر کے پروپیگنڈوں کی وجہ سے بیان سے پہلے مغموم و مضطرب چہروں کے ساتھ آئے تھے بیان کے بعد مطمئن و مسرور نظر آرہے تھے۔ رات قیام خانقاہ مالکیہ مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی صاحب دامت برکاتہم کے ہاں خانیوال میں رہا۔ حضرت خواجہ صاحب کی درخواست پر حضرت الاستاذ نے بعد از فجر اصلاحی بیان فرمایا۔ بیان کے بعد ناشتہ حضرت صدیقی صاحب کے ہاں کیا۔

دورانِ ناشتہ حضرت صدیقی صاحب کے پوچھنے پر حضرت الاستاذ نے ”اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ“ میں شمولیت کی وجہ بتائی کہ عقائد کے حوالے سے خفیوں کی حالت زار کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اس کام کا بیڑہ اٹھانے کا داعیہ پیدا کیا تو بزرگوں کے مشورے سے میں نے اس وادیِ بر خار میں قدم رکھا۔ اس کے بعد ہم نے حضرت خواجہ دامت برکاتہم سے اجازت لی اور مظفر گڑھ کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے

میں جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان اور اس کی شاخ جامعہ خالد بن ولید قادر پور راولاں میں حضرت الاستاذ نے علماء و طلباء سے ملاقاتیں کیں۔ اس کے بعد شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم کی دعوت پر دفتر ختم نبوت حضوری باغ ملتان تشریف لے گئے، وہاں پر مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم سے بھی ملاقات ہوئی۔ 4 بجے ماڑہ ضلع مظفر گڑھ میں حضرت الاستاذ نے عظمت امام اعظم رحمہ اللہ اور تقلید کی اہمیت و ضرورت پر بیان فرمایا۔ رات حضرت الاستاذ کا جتوئی میں بیان تھا۔ راستے میں مولانا یحییٰ عباسی دامت برکاتہم کے شدید اصرار پر حضرت الاستاذ کچھ دیر ان کے ہاں رکے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

جتوئی میں حضرت الاستاذ نے ”حیۃ الانبیاء علیہم السلام“ کے عنوان پر مفصل بیان فرمایا، جس میں عوام و خواص کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ رات قیام جامعہ امدادیہ حبیب المدارس میں رہا۔ بعد از فجر طلباء و علماء سے عقیدے کے تحفظ کی اہمیت پر بیان فرمایا۔ بیان کے بعد مدرسہ کے مدیر پروفیسر محمد مکی صاحب کے ساتھ نشست ہوئی، جس میں عقیدہ حیۃ الانبیاء علیہم السلام کی اہمیت کے حوالے سے بات چیت ہوئی۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کی حیات، خدمات اور واقعات کا تذکرہ ہوا، 10 بجے حضرت نے کلر والی میں ”مسائل و فضائل قربانی“ کے عنوان پر بیان فرمایا۔ بیان کے بعد مقامی علماء کرام سے ملاقاتیں کیں۔ ظہر کو جامعہ اسلامیہ مدنیہ مظفر گڑھ شہر تشریف لے گئے۔ مہتمم صاحب اور دیگر علماء سے نشست ہوئی۔ قریب ہی ایک جگہ پر حضرت مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم کی قیام گاہ تھی۔ حضرت الاستاذ نے وہاں جا کر ان سے ملاقات کی، ان کی اہلیہ کی وفات پر

تعزیت بھی کی اور ردِ افضیت پر عالمی کام کرنے کے حوالے سے ان سے گفتگو فرمائی۔ آگے حضرت کا سفر ڈیرہ غازیخان کی طرف تھا۔ بعد از ظہر 3 بجے جامعہ عبد اللہ بن مسعود لاڈن میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت و اہمیت پر بیا فرمایا۔ دورانِ بیان سٹیج پر ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام ڈی جی خان اور دیگر علماء و شیوخ جلوہ افروز تھے۔ مغرب کی نماز حضرت الاستاذ نے جامعہ ابو ہریرہ شاخ رائیونڈ بمقام سناوہ تحصیل کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ میں ادا فرمائی۔ نماز کے بعد علماء و طلباء کے ایک بڑے مجمعے سے حضرت الاستاذ نے خطاب فرمایا۔ بیان کے بعد مدرسے کے مہتمم صاحب اور دیگر اساتذہ سے ملاقات ہوئی، حفظانِ اعمال و عقائد پر گفتگو ہوئی۔ رات قیام کوٹ ادو میں تھا، راستے میں جامعہ مظاہر العلوم کوٹ ادو کی طرف حضرت نے گاڑی موڑ دی اور مدرسے کے اساتذہ کے ساتھ نشست ہوئی۔

8 اکتوبر صبح ہم لیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں مختصر وقت کے لیے ڈاکٹر لیاقت صاحب کے ہاں آرام کیا۔ ظہر تین بجے حضرت الاستاذ نے لیہ بستی کمہاراں میں اصلاحی بیان فرمایا، ساتھ مجلس ذکر بھی ہوئی۔ مغرب کلی نماز کے بعد مولانا عبد اللہ صاحب دامت برکاتہم سابق امیر پنجاب جمعیۃ علماء اسلام سے نشست ہوئی۔ حضرت الاستاذ کی مسکنی خدمات اور ایامِ اسارت موضوعِ سخن رہا۔ رات 9 بجے بھکر حسین آباد میں حضرت الاستاذ نے ”صراطِ مستقیم“ کے عنوان پر ڈیڑھ گھنٹہ مفصل گفتگو فرمائی۔ بیان کے بعد مفتی عبد الواحد قریشی صاحب کے ہمراہ ڈی آئی خان کا سفر شروع کیا جو ایک قافلہ کی شکل میں حضرت الاستاذ کو لینے آئے تھے۔ رات قیام مفتی صاحب کے گھر رہا، اگلے دن سے صوبہ سرحد کا سفر تھا۔

لوح ایام

ادارہ

21 ستمبر: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ سات روزہ دورہ بحرین سے واپس لاہور پہنچے۔

24 ستمبر: تحفظ ناموس رسالت کے حوالہ سے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف نے علماء کا ایک اجلاس بلایا، جس میں دیگر علماء سمیت متکلم اسلام حفظہ اللہ نے بھی شرکت کی۔

27 ستمبر: امام اہل السنۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے علمی جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا محمد زاہد الراشدی دامت برکاتہم مرکز تشریف لائے۔ ”احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے احناف کا منہج استدلال“ کے عنوان پر تخصص فی التحقیق والدعوۃ کے شرکاء سے خطاب فرماتے ہوئے فقہ کی ضرورت و اہمیت، فقہاء صحابہ کا تعارف، امام صاحب کے طرز استدلال اور عصر حاضر میں اجتہاد سے متعلق پائے جانے والے نظریات پر روشنی ڈالی۔ مرکز کے کام کو سراہتے ہوئے آپ نے اراکین مرکز خصوصاً متکلم اسلام حفظہ اللہ کے حق میں ترقی کی دعا فرمائی۔

27 ستمبر: متکلم اسلام حفظہ اللہ کو سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس سرگودھا میں بیان کرنے کی دعوت دی گئی لیکن انتظامیہ سرگودھانے بلا جواز گرفتار کر لیا۔

یکم اکتوبر: حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب نے حضرت کی رہائی کے حوالہ سے پر امن ایلی نکلنے کا اعلان کیا، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی اور حضرت کی رہائی

کا مطالبہ کیا۔ علماء کرام، سیاست دان، تاجر حضرات، سٹوڈنٹس وغیرہ کے بھرپور احتجاج کی وجہ سے یکم اکتوبر کو مغرب کے بعد رہا کر دیا گیا۔ ہزاروں افراد نے متکلم اسلام حفظہ اللہ کا شاندار استقبال کیا۔ اس موقع پر جامع مسجد 1 بلاک سرگودھا میں حضرت نے ہزاروں افراد کے مجمع سے بیان فرمایا۔ رہائی کے موقع پر اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ نے حضرت کو مبارکباد دی۔

3- اکتوبر: جامعہ قاسم العلوم فقیر والی کے مہتممہ و شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے۔ متخصصین سے گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے رئیس المناظرین، حجتہ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ اب متکلم اسلام حفظہ اللہ کی شکل میں نظر آتے ہیں، یہ [متکلم اسلام حفظہ اللہ] حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ کے حقیقی جانشین ہیں جو حضرت کے مشن کو سنبھالے ہوئے ہیں۔

4- اکتوبر: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محب اللہ صاحب دامت برکاتہم مرکز تشریف لائے، متخصصین سے گفتگو فرمائی اور ”شریعت و طریقت“ کے عنوان پر قیمتی نصیحتیں فرمائیں۔

5- اکتوبر 2012ء: سالانہ ختم نبوت کانفرنس [چناب نگر] کے اختتام پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبد الغفور دامت برکاتہم [واہ کینٹ] متکلم اسلام حفظہ اللہ کی دعوتِ صالحہ پر مرکز تشریف لائے۔ بعد نماز مغرب متکلم اسلام حفظہ اللہ کی دعوتی سرگرمیوں اور فرقِ باطلہ کے خلاف انتھک کوششوں کی قبولیت اور مرکز کی دن گئی رات چو گئی ترقی کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

آداب معاشرت

بچوں کو سلام کرنے کے بیان میں

مولانا محمد ابو بکر اکاڑوی حفظہ اللہ

عَنْ سَيَّارٍ قَالَ: كُنْتُ أَمْشِي مَعَ ثَابِتِ بْنِ أَبِي قُرَيْبٍ عَلَى صَبِيَّانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ ثَابِتٌ: كُنْتُ مَعَ أَنَسٍ فَمَرَّ عَلَى صَبِيَّانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا وَقَالَ أَنَسٌ: كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ عَلَى صَبِيَّانٍ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمَا

جامع الترمذی رقم: 2620

ترجمہ: حضرت سیار فرماتے ہیں کہ میں حضرت ثابت بن ابی قریب کے ہمراہ جا رہا تھا، وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو ان کو سلام کیا۔ پھر حضرت ثابت نے بتایا کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جا رہا تھا، وہ بچوں کے پاس سے گزرے تو بچوں کو سلام کیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، آپ علیہ السلام بچوں کے پاس سے گزرے تو آپ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں بچوں کے سلام کرنے کا عمل بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے معلم بنا کر بھیجے گئے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں بڑوں کو آداب سکھائے وہاں بچوں کے مذہبی شعور کا بھی خیال رکھا اور انہیں محبت و انس کے ساتھ آداب سکھائے تاکہ بڑے ہو کر ان کے لیے دین پر عمل کرنا آسان ہو۔ ان آداب کے پیش نظر بچے جب مدرسہ و مسجد یا سکول جانا شروع کریں تو انہیں انگریزی سلام [Good Morning] کرنے کی بجائے ”السلام علیکم“ کہنے کی

عادت ڈالنی چاہیے۔